گناہ کا منبع
(۱) جہالت اسکے موجبات لالچ۔ غصہ۔ ڈر صحت کی خرابی۔ شر۔ محبت۔ امید۔ مایوسی ورثہ میں آتی ہے۔ خواہش کی طاقت کی کمی یا زیادتی۔ ضد۔ (۲) صحبت بد کیونکہ انسان میں نقل کرنیکا مادہ ہے ماں باپ۔ ساتھ کھیلنے والوں۔ اُستاد۔ رشتہ داروں وغیرہ کی صحبت کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ (۳) غلط علم (۴) عادت (۵) سستی و غفلت یعنی قوّت ارادی کی کمی۔ (۶) عدم موازنہ (۷) اس زمانہ کی مخفی رَو۔

وہ حالتیں جو قرآن کریم سے گناہ آلود ثابت ہیں
یہ ہیں (۱) جب انسان گناہ کو نفرت سے دیکھتا ہے لیکن کبھی کبھی دیکھتا ہے (۲) نفرت کی نظر سے تو دیکھتا ہے لیکن بہت دفعہ کر لیتا ہے (۳) گناہ کو پسند کرتا ہے ظاہراً نہیں کرتا لیکن چھپ کر کر لیتا ہے (۴) ظاہر طور پر گناہ کرتا ہے (۵) دوسروں کو ترغیب دیتا ہے (۶) شیطان کا بروز ہو جاتا ہے۔

نیکی کی حالتیں
(۱) انسان بطور ثواب کرتا ہے (۲) فرض سمجھ کر ادا کرتا ہے (۳) بطور میلان (۴) بطور عادت (۵) انسان ہیں ہی اپنی خوشی پاتا ہے۔ (۶) نیکی کے پھیلانے کی کوشش کرتا ہے (۷) ملائکہ کا بروز ہو جاتا ہے۔ یعنی اپنے مقصد کو سمجھ لیتا ہے۔

گناہ کا علاج
امام غزالی کہتے ہیں کہ "گناہ انسان کے بلوغ سے پہلے بلکہ بعض دفعہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے پیدا ہو جاتا ہے" یہ گناہ جو پیدائش سے بھی قبل پیدا ہو جاتا ہے یہ ورثہ میں آتا ہے جو تربیت سے دُور ہو جاتا ہے +

مذکورہ بالا گناہ جو بڑے آدمی کرتے ہیں دراصل یہ سب کے سب بچپن میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔

شریعت کی رو سے گناہ کا علاج
جو گناہ ورثہ میں آتا ہے اس کا علاج :۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَمَا رَزَقْتَنَا ہے۔ یعنی اے خدا ہمیں بھی اور جو آپ ہمیں بچہ عطا کریں اسکو بھی شیطان سے محفوظ رکھیں۔ صرف یہ الفاظ کافی نہیں بلکہ ایسے خیالات بھی دل میں اچھی طرح پیدا کرنے چاہئیں۔

ورثہ کے علاوہ جو گناہ ہیں جو کہ بچپن میں ہی پیدا ہوتے ہیں ان کا علاج تربیت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ وَأْمُرْ اَھْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ اپنے گھر کے لوگوں کو عبادت کا حکم کرتے ہی رہو اور پھر بچہ کے پیدا ہوتے ہی اذان کا حکم ثابت کرتا ہے کہ بچے کی تربیت کا وقت شروع ہو گیا۔ یہ دراصل ماں باپ کو سبق ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت حسنؓ جبکہ وہ دو ڈھائی سال کے تھے فرمایا :۔ کُلْ بِیَمِیْنِكَ وَمِمَّا یَلِیْكَ کہ دائیں ہاتھ سے اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ بعض لوگ چھوٹے بچوں کی غلطی کی پروا نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ کیا ہوا۔ چھوٹا بچہ ہی ہے۔ حالانکہ "یہ پیار نہیں بلکہ قتل اور خون ہے" آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ یُوْلَدُ عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ کہ

بچّہ میں قبولیّت کا مادہ ہے جس طرح اس کی تربیت کیجاویگی ویسا ہی ہو جائیگا۔

تربیت کے طریق (۱) اذان بعد الولادة (۲) صاف رکھنا کیونکہ ظاہری صفائی اور گند روحانیت پر اثر ڈالتے ہیں۔ اس سے بچّے کے دل میں احساس ہوگا غلاظت شہوانی قوتوں کی زیادتی کو جب بھی ہوتی ہے (۳) غذا کا وقت پر دینا۔ اس سے بچّے کو عادت پڑ جائیگی کہ وقت سے پہلے خواہش پوری کرنیکا طالب نہ ہو اور یہ احساس ہوگا کہ وقت سے پہلے خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ خیانت۔ چوری۔ ڈاکہ وغیرہ غلطیاں دُور ہونگی بڑی عمر کے لڑکوں کو بھی سکھانا چاہیئے۔ (۴) اسراف نہ کرنے دیں جو چیز کہ ضروری ہو مناسب ہو دینی چاہیئے۔ اس سے قناعت ہوگی۔ لالچ کا مقابلہ کریگا۔ پھر سامنے چیز ہو اسکو نہ استعمال کرنیکی عادت پیدا ہوگی۔ (۵) وقت پر پاخانے کی عادت ڈالنا۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ عادت سے بالکل وقت پر ہی پاخانہ آجاتا ہے۔ اس سے تمام اعضاء پابند ہونگے اور عبادات وغیرہ وقت پر کرنے کی عادت ہوگی۔ (۶) غذا اندازے کے مطابق دینا اور قسم قسم کی چیزیں دینی چاہیئیں۔ گوشت۔ سبزی۔ دال وغیرہ کیونکہ ان تمام سے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ (۷) جب بچّہ ذرا بڑا ہو تو اس سے کھیل کے مطابق کام لینا چاہیئے۔ مثلاً اپنے کھانے کیلئے برتن لاؤ وغیرہ۔ (۸) بچّے پر اعتبار کرنا چاہیئے چھپانا نہ چاہیئے چیز سامنے رکھ کر بتایا جاوے کہ وقت پر دیجاویگی۔ (۹) بچّے سے ہر وقت پیار نہ کرنا چاہیئے ورنہ پیار کرانیکا عادی ہو کر بہت سی غلطیاں کریگا۔ (۱۰) ایثار کرنا چاہیئے مثلاً بچّے کو کہنا تم کھا رہو ہم کھاؤ تو ہم بھی نہیں کھاتے۔ (۱۱) صحت کا خیال رکھا جاوے کیونکہ اکثر غلطیاں بیماری سے پیدا ہوتی ہیں۔ (۱۲) بچّوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سُنانی چاہیئیں بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ (۱۳) بچّے کے دوست ماں باپ کو خود چُننے چاہیئیں۔ اس سے دو فائدے ہونگے۔ اوّل۔ دوسرے بچّوں کی خوبیاں معلوم کرنا نہ کہ اپنی اولاد کی ہمیشہ تعریف کرنا۔ دوئم۔ دوسرے بچّوں کی بھی نگہداشت کرنی پڑیگی۔ (۱۴) ذمہ واری کے کام سپرد کرنے چاہیئیں۔ بڑے ہو کر ذمہ داری کا احساس ہوگا۔ (۱۵) کھیل کی نگرانی کرنی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ ایک بچّہ ہمیشہ افسر ہی بنا رہے۔ (۱۶) بچّے کو شریر وغیرہ نہ کہنا چاہیئے بُرا اثر ہوگا حدیث میں ہے کہ فرشتے بھی کہتے ہیں اچھا ایسا ہی ہو جاوے۔ (۱۷) بچّے سے ادب کے ساتھ کلام کرنا چاہیئے۔ تُو۔ آپ وغیرہ الفاظ جو کہوگے وہی بچّہ کہیگا۔ (۱۸) بچّے کے سامنے جھوٹ[۱]۔ گالی گلوچ۔ اور

[۱] اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچّہ پاس نہ ہو تو یہ برائیاں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ دوسرے اوقات میں بھی جب ان کا خیال رکھا جائیگا تو پھر ان سے بچنے کی عادت ہو جائے گی اس لئے بچّہ کے سامنے بھی انسان ان کا مرتکب نہ ہوگا۔ خاکسار مرتّب

باقی بُرائیاں ہرگز نہیں کرنی چاہئیں۔ (۱۹) نشہ وغیرہ سے بچانا چاہیئے۔ نشہ سے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ جھوٹ بولیگا۔ نشہ والا کسی کو بات منوا نہیں سکتا بلکہ مانتا ہے۔ اقدام (آگے بڑھنے) کی طاقت نہیں رہتی۔ (۲۰) بچے کو سمجھانا چاہیئے کہ خیالات کا اثر الگ ہے اور واقعہ الگ۔ کیونکہ بچہ بعض دفعہ خیالات کے اثر کو واقعہ سمجھ لیتا ہے۔ (۲۱) علیحدگی سے بچوں کو بچانا چاہیئے۔ (۲۲) ننگا ہونے سے بچانا چاہیئے۔ (۲۳) گناہ کا اقرار کرانا چاہیئے۔ (۲۴) بچے کو نصیحت کرتے وقت اس طرح سمجھانا کہ گویا اُس کی کوئی چیز نقصان ہوئی ہے۔ اور پھر اس نقصان کو اسکے سامنے بھرنا چاہیئے مثلاً بچہ گھر کا کوئی برتن توڑ دے تو باپ برتن کے لئے پیسے دیدے اور بچہ کی بجائے خود معافی مانگے۔ (۲۵) سرزنش کم ہو اور اگر ہو تو علیحدگی میں۔ (۲۶) بچے کو کچھ مال بھی دیدیں اور تین حصوں میں تقسیم کرائیں (۱) صدقہ (۲) مشترکہ چیز (۳) اپنے لئے کوئی چیز (۲۷) دو بچوں کو مشترکہ مال بھی دیں تاکہ ایک دوسرے کے مال کو خراب نہ کریں۔ اس طرح قومی مال کی حفاظت ہوگی۔ (۲۸) بچے کے ساتھ تہذیب کے خلاف باتیں نہ ہوں۔ ورزش وغیرہ کروائی جاوے۔

تربیت یافتہ بچہ (۱) (۲) قوت ارادی کی مضبوطی تاکہ اپنی جان کو بچائے۔ (۳) دوسروں کو اپنے جیسا بنانا۔ (۴) خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت۔ خدا تعالیٰ کے کلام کا یقین۔ دنیا میں رہتے ہوئے خدا کی طرف رغبت۔ اور اسکی محبت کے آثار اس میں پائے جائیں۔

بالغ انسان کی اصلاح بالغ انسان جو نیک عمل نہیں کر سکتے ان کی کئی قسمیں ہیں:-

قسم اوّل وہ انسان جس کی عقل قوی ہو یعنی اس کی فطرت پر زنگ اور دل میں گندگی نہ ہو۔ اسلام کی رُو سے پاکیزگی اعمال اور زبان کی نہیں ہے بلکہ دل کی ہے جس کو اعمال ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:- وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔

پھر فرمایا:- من یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون۔ یعنی کامیابی کا مُنہ وہی دیکھ سکتا ہے جس کا نفس پاک ہو۔ ایسے شخص کے لئے جس کے دل میں گند ہو تین باتیں ضروری ہیں پہلی علم اعمال حسنہ و اعمال سیئہ۔ دوسری نیک اعمال کے عمل اور بد اعمال سے اجتناب کے موقع معلوم ہوں۔ تیسری اپنی نیکیوں اور بدیوں کا علم ہو تاکہ علاج کر سکے۔

پہلی بات کی موٹی تقسیم (۱) وہ بدیاں اور نیکیاں جو اپنے نفس سے تعلق رکھتی ہیں (۲) جو دوسروں سے تعلق رکھتی ہیں (۳) جو قوم سے تعلق رکھتی ہیں (۴) جو خدا تعالیٰ سے تعلق رکھیں

ذاتی یعنی اپنے نفس سے تعلق رکھنے والی بدیاں

تکبّر۔ سفلہ پن۔ یعنی بازاروں میں پھرنا ذلیل کام کرنا وغیرہ۔ جلد بازی۔ بدظنی۔ ناجائز عشق۔ کینہ۔ بُزدلی۔ حسد۔ بے صبری۔ دون ہمتی۔ یعنی مقصد بجائے، عُلیٰ قرار دینے کے چھوٹے اور حقیر قرار دینا۔ امراء اور بادشاہوں کے لئے یہ خاص طور پر بدی ہے۔ چاپلوسی۔ ناشکری۔ یعنی دل میں قدر نہ ہونا۔ بے استقلالی۔ سُستی۔ غفلت۔ کہ باتوں کو معلوم ہی نہ کیا جاوے۔ انکارِ حق۔ فقدانِ جرأت۔ ناجائز نزاکت۔ جہالت۔ حرص۔ ریاء۔ بدخواہی ہمت ہارنا۔ بدی سے محبّت۔ یعنی دوسروں کی بدی دیکھ کر انقباض نہ ہونا۔ نشہ کی عادت جیسے حُقّہ و چائے وغیرہ۔ حقارت۔ حالانکہ کوئی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ذلیل نہیں۔ قلبی عداوت بے اعتباری۔ طمع۔ حد سے زیادہ غم جو انسان کی طاقتوں کو مضمحل کر دے۔ حد سے زیادہ خوشی۔ بے تعلّق باتوں میں دخل دینا۔ ہلکا پن۔ یعنی بے سبب افعال و حرکات کرنا۔ سنگدلی۔ یعنی دوسرے کو تکلیف میں دیکھ کر دُکھ نہ ہونا۔ اسراف۔ خودکشی۔ وہ جھوٹ جس میں کسی کا کوئی نقصان نہ ہو۔

دوسروں سے تعلق رکھنے والی بدیوں کی دو قسمیں ہیں (۱) انسانوں سے تعلق رکھنے والی (۲) دوسری مخلوق سے تعلّق رکھنے والیں۔

انسانوں سے تعلّق رکھنے والی بدیاں

بے ادبی کرنا۔ ناجائز اظہار محبّت۔ بیوفائی۔ چھچھور اپن۔ یعنی جلدی غصّہ میں آنا۔ ناشائستہ حرکات کرنا۔ فوراً سزا دینا یا دھمکی دینا۔ گالیاں دینا۔ لعنتیں ڈالنا۔ بد دعا کرنا۔ (ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ بد دعا جسمانی حالات سے تعلّق رکھتی ہے اور لعنتیں روحانی سے اظہار واقعہ لعنت نہیں مثلاً یہ کہنا کہ تمہارا دل خدا نے سیاہ کر دیا ہے) خیانت۔ افشائے راز۔ غیبت۔ تیوری سے ملنا۔ ناواجب طرفداری۔ دھوکہ بازی۔ بخل۔ ظلم۔ ظاہری ناشکری۔ غلاظت۔ غفلت۔ جھگڑا۔ فساد۔ شور مچانا۔ ایذاء رسانی۔ جبر۔ ڈاکہ۔ قتل۔ چوری۔ مار پیٹ۔ فخر و خیلاء۔ افتراء۔ چغلخوری۔ عیب چینی۔ تحقیر (لوگوں میں کہنا کہ فلاں ذلیل ہے) نام دھرنا۔ استہزاء۔ منصوبہ بازی۔ تعذیب۔ غصّہ۔ انتقام بے غیرت۔ رشوت۔ سُود۔

دوسری مخلوق سے تعلّق رکھنے والی بدیاں

بدبودار اشیاء کھانا۔ کہ ان سے ملائکہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ بلا وجہ کُتے رکھنا۔ کیونکہ اس سے بھی خدا تعالیٰ کے فرشتے تکلیف پاتے ہیں۔ جانوروں کو تکلیف دینا۔ یعنی بے وجہ مارنا۔ کام زیادہ لینا۔ کھانا کم دینا۔ علاج میں سستی کرنا۔ تعذیب۔ سردی گرمی کا خیال نہ رکھنا۔ شہوانی قوی کا خیال نہ رکھنا۔ اولاد

کی وجہ سے دکھ دینا۔ مثلاً ان کے سامنے ان کی اولاد کو ذبح کرنا۔

قوموں سے تعلق رکھنے والی بدیاں

اشاعت فحش۔ کہ فلاں جھوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے اس سے اور لوگ بھی بدی کرینگے۔ نفسانیت۔ کہ اپنے فوائد کے مقابلہ میں قومی فوائد کو مدِّ نظر نہ رکھے۔ فجور۔ قومی فرائض کی ادائگی میں سستی۔ ترببیتِ اولاد کی طرف توجہ نہ کرنا۔ اولاد کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کرنا۔ غلاظت۔ کیونکہ اس سے بیماریاں بھی ہونگی۔ ذمہ داری کے احساس کا فقدان۔ بغاوت۔ مہمانداری کے جذبہ کا احساس نہ ہونا۔ تجارت میں فریب۔ کارکنوں پر بے تعلق لوگوں کے سامنے نکتہ چینی۔ بغیر نام لینے کے قوم کے افراد کی بدیاں کرنا۔ قومی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے دریغ کرنا۔ کارکنوں سے عدم تعاون وغیرہ۔

خدا تعلق رکھنے والی بدیاں

بلا وجہ قسم۔ مایوسی۔ دلی ناپاکی۔ تمام احکام شریعت کا انکار۔ تمام عقائد باطلہ کا ماننا۔ عقائد حقہ کا انکار۔ عبادات و احکام کا بجا نہ لانا۔ خدا تعالیٰ سے محبت میں کمی۔ خدا و رسول کی بے ادبی۔ ناشکری۔ مندرجہ بالا بدیوں میں سے بھی اکثر خدا تعالیٰ کے متعلق ہو سکتی ہیں۔

ذاتی نیکیاں

شجاعت۔ چستی و چالاکی۔ علم سیکھنا۔ تواضع۔ غیرت۔ شکر۔ حسن ظنی۔ دلی خیر خواہی۔ محنت۔ حیا۔ رحم دلی۔ استقلال۔ وقار۔ بلند ہمتی۔ صبر۔ حریت ضمیر۔ شکر قلبی = یعنی دل میں محسوس کرنا۔ تحقیق حق۔ خوبی کا دلی اعتراف۔ رأفت۔ حق کے مطالبہ کی قوت۔ سباق کی قوت۔ شکستﮧ تسلیم نہ کرنا۔ چوکس رہنا۔ اقرار حق۔ قوت برداشت۔ جفاکشی۔ جرأت۔ نیکی سے محبت۔ لوگوں کی نصرت کی خواہش۔ سادہ زندگی۔ عزت کی حفاظت۔ میانہ روی۔

انسانوں سے تعلق رکھنے والی نیکیاں

عدل۔ شکریہ۔ صفائی پسندی۔ سخاوت۔ وفاداری۔ رحم دوستانہ۔ حلم۔ عفو۔ ایثار۔ قرض حسنہ دینا۔ صدقہ دینا۔ تعاون۔ دیانت۔ صلح جوئی۔ عہد کی پابندی۔ گرے ہوؤں کو بلند کرنیکی کوشش کرنا۔ اعزاز ادب کرنا۔ اصلاح بین الناس۔ اخوت۔ رازداری۔ ملاقات کے وقت بشاشت۔

دوسری مخلوق سے تعلق رکھنے والی نیکیاں

ذکر الٰہی۔ طہارت ظاہری۔ (یہ فرشتوں سے تعلق رکھتی ہیں) جانوروں سے تعلق رکھنے والی نیکیاں = غذا۔ کام طاقت کے

ﮧ یعنی مقابلہ ہی کرتے جانا اور ہمت ہار کر شکست تسلیم نہ کرنا۔

مطابق لینا۔ کام نہ کرنیوالے جانوروں سے سلوک جیسے پرندوں کو دانہ ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ففی اموالھم حقّ للسائل والمحروم۔ سردی گرمی کا خیال رکھنا۔ انکی اولاد کو دکھ نہ دینا۔

قومی نیکیاں

چندہ و زکوٰۃ دینا۔ مہمان نوازی۔ خدمت ملک۔ اطاعت۔ تعاون۔ حفاظت ملک یعنی حکام سے تعاون۔ ذمہ داری کا احساس۔ غلطی پر خوشی سے اقرار۔ افشائے حسنات۔ دشمنانِ قوم سے اجتناب۔ قومی عزّت کی حفاظت۔ تجارت میں ایمانداری۔ تعلیم دینا۔ تربیت کرنا۔

خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی نیکیاں

ایمان میں کامل ہونا۔ محبّت الٰہی۔ اعمال شریعت مثل عبادات معاملات کو ادا کرنا۔ رجاء۔ خوف۔ دلی پاکیزگی۔ توکّل۔ عقائد باطلہ کا ردّ۔ خدا کی ذات سے ذبّ۔ تبلیغ حق۔ خدا تعالیٰ اور شعائر اللہ کا ادب۔ اور مندرجہ بالا نیکیوں سے جو خدا تعالیٰ کے متعلّق ہو سکتی ہیں جیسے عہد کی پابندی وغیرہ۔

دوسری بات یعنی اعمال کرنیکی مواقع

(۱) وہ حق جو اللہ تعالیٰ کے بندہ پر ہیں انکو اسوقت تک ترک نہ کرے جبتک کہ مجبور نہ ہو جاوے یا خدا تعالیٰ کا کوئی دوسرا حکم انکو روک نہ دے۔ (۲) کوئی ایسی بات نہ کرے کہ ویسے ہی حالات میں یہ اپنے لئے کہا جانا پسند نہ کرتا ہو (۳) افراط و تفریط سے اجتناب۔ (۴) ایسے رنگ میں عمل کرے کہ اس سے خدا تعالےٰ کی صفات کا ظہور ہو۔

تیسری بات یعنی بدیاں معلوم کرنیکے ذرائع

محاسبہ نفس۔ گہرے دوست سے کہے کہ میرے اعمال ظاہرہ کے متعلق مجھے بتاؤ نہ کہ مخفی اعمال کا پتہ لگانا کہ وہ تجسّس ہے۔ لوگوں کے عیوب دیکھ کر اپنے آپ کو بچائے۔ دشمنوں کے عیب لگانے کے متعلّق سوچے کہ آیا وہ واقعی مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ سب سے اہم اور مفید طریق یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ کے وقت اپنا مطالعہ بھی کرتا جاوے۔

قسم دوئم

وہ انسان جس کو گناہ کا علم ہے لیکن پھر کرتا ہے۔ ایسے شخص کے مندرجہ ذیل علاج ہیں (۱) ایسے انسان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ میرے دل پر زنگ ہے اعمال مطلقہ کیوجہ سے۔ اسلئے یہ استغفار کرے اور بار بار معافی طلب کرے۔ استغفار کی دو قسمیں ہیں اوّل یہ دُعا کہ میرے گناہ کو مٹا دیا جاوے۔ دوئم یہ کہ مجھ میں کبھی گناہ پیدا نہ ہو۔ انبیاءؑ کے متعلق استغفار انہی معنوں میں آتا ہے (۲) معرفت الٰہی پیدا کرے وہ اس طرح کہ صفات الٰہیہ کو

اپنے دل پر جاری کرکے جذب کرے نیکی کو شش کرے (۳) نیکی اور بدی کے نتائج پر غور کرے۔ (۴) توبہ کرے۔ ۱؎ گذشتہ پر ندامت ۲؎ ان فرائض کو جو مثل حج زکوٰۃ رہ گئے ہوں ادا کرنا۔ ۳؎ جن لوگوں کے گناہ اس پر ہیں ان سے معافی مانگنا لیکن پوشیدہ گناہوں کی نہیں ۴؎ جن کو نقصان پہنچایا ہو انکو فائدہ پہنچانا ۵؎ آئندہ کے لئے عہد کرنا ۶؎ نیکی کی طرف مائل ہونا (۵) تخلق باخلاق اللہ ۔ یہ خیال نہ کرے کہ مجھ میں اخلاص نہیں مشابہت باری اختیار کرنا۔ انسان کی پیدائیش کی غرض کچھ کام کرنا ہے نہ یہ کہ بعض کاموں کا نہ کرنا کیونکہ اگر یہ مقصد ہوتا کہ فلاں فلاں کام نہ کیا جاوے تو پیدا کرنیکا کیا فائدہ تھا؟

بعض دفعہ نفس کے مرجانے سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام کا فلسفہ اخلاق امید پر مبنی ہے۔ خوف سے امید اور طمع زیادہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رحمتی وسعت کل شیءٍ اسلئے مومن اپنے خدا پر حسن ظنی رکھتے ہوئے امید باندھے رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے منذر خوابوں کے متعلق جو فرماتا ہے کہ شیطانی ہیں تو یہ بھی خوف کو دور کرنے اور امید کو پیدا کرنے والی بات ہے۔

قسم سوئم وہ انسان جسکو گناہ وغیرہ کا تو علم ہے لیکن پھر گرجاتا ہے پھر اُٹھتا ہے اور پھر گرتا ہے ایسے شخص کا علاج بتانے سے پہلے سوال ہوتا ہے کہ اگر علاج کوئی عمل بتاتا ہے تو وہ کر نہیں سکتا اور اگر کوئی عمل نہیں بتاتا تو پھر وہ پاک ہے۔

جواب ۱؎ ۔ جب تک عمل ناممکن نہ ہو اسوقت تک عمل کرنا ضروری ہے مثلاً پاگل کے لئے ناممکن ہے۔

جواب ۲؎ عمل دو قسم کے ہیں اوّل جو کسی حالت کے انسان کیلئے ممکن ہوتے ہیں۔ دوم جو بعض حالات میں ناممکن ہوتے ہیں۔ .... تو عمل کی طاقت پیدا کرنیکے لئے بھی بعض اعمال ہوتے ہیں جیسے ڈاکٹر بیمار کو ورزش کے لئے کہتا ہے حالانکہ بیمار کوئی اور کام نہیں کرسکتا۔

علاج علم اعمال حسنہ و سیئہ۔ محاسبہ۔ معرفت پیدا کرنیکی کوشش۔ نیکی و بدی کا انجام سوچنا۔ توبہ کی کوشش۔ تخلق باخلاق اللہ کی کوشش۔ استغفار۔ معرفت۔ ظاہری طور پر خشوع خضوع کرنا۔ اس کا آہستہ آہستہ دل پر اثر ہوگا۔ بلکہ جو عیب ہو اسکے مخالف تصنع کرنا۔ خشوع خضوع سے خدا تعالیٰ سے محبت ہوجائیگی۔

اعمال کی اصلاح کے لئے قوت ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو شخص عمل نہیں کرسکتا۔ دراصل اس میں تین نقص پائے جاتے ہیں (۱) انانیت کی کمزوری (۲) ارادہ کی کمزوری (۳) بعض اور

چیزوں کی کمزوری کہ ان سے انسان اعمال نہیں کرسکتا ہے۔

انانیت کی ترقی کے ذرائع

(۱) قوّت بقاء کی خواہش۔ یہ سوچکر کہ اگر میں ایسا رہا تو پھر باقی نہیں رہ سکتا ہوں (۲) فناء کی خواہش کو مضبوط کرنا کہ جو روک ہوگی اس کو دُور کرونگا (۳) جذب = یعنی جن چیزوں کی ضرورت ہے میں ضرور لُونگا۔ (۴) قُوّت مقابلہ (۵) استقلال یعنی کہکر انسان کام کو نہ چھوڑے کہ کیا کرنا ہے ہاں اگر نہیں کرسکتا تو نہ کرے۔ (۶) مصلحت۔ یعنی تدبیر و حکمت سے کام لے۔ (۷) احتیاط = چوکس و ہوشیار رہنا (۸) مدح سے نفرت۔ کیونکہ مدح ایک نفرت ہے جو انانیت کا ستیاناس کردیتی ہے چنانچہ فرمایا یحبّون ان یحمدوا بما لم یفعلوا (بغیر کئے کے تعریف کروانا چاہتے ہیں) گویا اپنی انانیت مرگئی ہے لوگوں کے تابع ہیں (۹) عزّت نفس۔ یعنی ذلّت و شرمندگی سے بچے بدی کی طرف منسوب نہ ہو۔ (۱۰) وقار = یعنی ترک مالایعنی (۱۱) امید رکھنا کہ ضرور ایسا ہوگا۔ (۱۲) خوش مزاجی۔ سوتے وقت ان باتوں کو مدّنظر رکھنا چاہیئے۔ بعض دفعہ انانیت بڑھ کر گناہ ہوجاتا ہے۔ مثلاً ظالم آقا تو اس کا علاج بے نیازی کی صفت پر غور کرنا ہے اور اپنے آپ کو امین سمجھے۔

قوّت ارادی کی ترقی کے ذرائع

(۱) ظاہر و باطن کی مشابہت (۲) کامل توجہ چنانچہ فرمایا والنّٰزعٰت غرقا بار بار خیال کرنے سے توجہ ہوگی۔ قُوّت ارادی کے ماتحت کامل توجہ کو رکھنا چاہیئے۔ (۳) قُوّت ارادی کا استعمال۔ یعنی کسی چیز کی پروا نہ کرونگا۔

قوّت ارادی کی مضبوطی کے لئے مندرجہ ذیل نسخہ نہایت مفید ہے جو پندرہ اجزاء پر مشتمل ہے:۔

اوّل۔ ما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون۔ اس آیت کو ذہنی ورد میں لاوے اور یہ سوچے کہ خدا نے مجھے عبادت اور قُرب کے لئے پیدا کیا ہے خدا تعالیٰ کا فعل رائگاں نہیں جاسکتا۔

دوئم۔ ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے مطلب کو ذہن کے ورد میں لاوے۔

سوئم۔ ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید اس مفہوم کو نقش کرے کہ خدا نے مجھے پیدا کیا اور وہ ان باریک در باریک وسوسوں کو جانتا ہے جو پیدا ہوتے ہیں اسی لئے تو وہ قریب بیٹھا ہے کہ وسوسوں کو مٹادے تو اب مجھے کیا خوف ہوسکتا ہے

چہارم۔ بل للّٰہ العزّۃ ولرسولہ وللمؤمنین اور سوچے کہ میں مؤمن ہوں اور مؤمن مغلوب نہیں ہوسکتا۔

پنجم۔ انّ عبادی لیس لک علیہم سلطٰن یقین کرے کہ بدی تو مجھ پر پھر غالب نہیں آسکتی ہے۔

ششم۔ لاخوف علیکم ولا انتم تحزنون (اعراف ع) یعنی مجھے کسی کا ڈر نہیں کیونکہ میرا مالک

کہتا ہے تمہیں کسی چیز کا ڈر نہیں۔

ھفتم۔ نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا۔

ھشتم۔ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکافرون ناامید ہو کر یہ کہے کہ میں فلاں کام کرکے چھوڑوں گا۔

نہم۔ یاایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اپنے آپکو مطمئن قرار دے کہ میں توان لوگوں میں سے ہوں جن کو جنت اور صالحین میں داخل کیا جاتا ہے۔

دھم۔ یوضع لہ القبول فی الارض۔ کہ لوگ میری باتوں کو مانتے ہیں۔

یازدھم۔ سخر لکم ما فی الارض ان فی ذٰلک لاٰیۃ (جاثیہ ع۲) بدخیال تو لالچ سے پیدا ہوتا ہے اور مجھے لالچ ہی نہیں کیونکہ سب کچھ میرے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

دوازدھم۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اور کہے کہ بدارادے مجھ میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ میں تو اشداء علی الکفار سے ہوں۔

سیزدھم۔ کونوا مع الصادقین اور لا یشقی جلیسھم اور یقین کرے کہ میرے نیک ارادوں کا ضرور دوسروں پر اثر ہوتا ہے جبھی تو خدا تعالیٰ کہتا ہے۔

چھاردھم۔ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد۔ تو جب آپ کو بھی خلد نہ ملا نہ کسی اور کو تو میری زندگی بھی محدود ہے۔

(۴) یکدم دھاوا کرنا چاہیئے۔ (۵) جو خصلت پیدا کرنی ہو اسکی عادت ڈالی جاوے۔ (۶) فکر اور تأنی کی عادت ڈالی جاوے۔ (۷) جس کام کا ارادہ کرے اسکی شکل ذہن میں لاوے۔ (۸) بعض ناپسند اعمال کرنا ہے۔ مثلاً سونے کو دل چاہتا ہے مگر نہ سوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ عرفت ربی بفسخ العزائم (ارادوں کے ٹوٹنے کے ذریعہ خدا کو پہچانا)

(۹) بار بار نفس کا مطالعہ کرنا۔

(۱۰) مقصد بلند رکھنا کہ مجھے انتہائی نیکی ملجاوے۔

بلند مقصد اور حرص میں فرق یہ ہے کہ مقصد وہ ہوتا ہے جو انسان اپنے دل میں قرار دے کہ مجھے اسکے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور حرص یہ ہے کہ مجھے فلاں چیز ملجاوے یہ ذلت ہے اور کوشش کرنا تو بلند ہمتی ہے۔

(۱۱) خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنا۔

اگر ان علاجوں کے باوجود کسی کی اصلاح نہ ہو سکے تو ایسا انسان یقین کرلے کہ اس کو روحانی مرض نہیں بلکہ جسمانی ہے جس کے یہ موٹے موٹے علاج ہیں۔ ورزش۔ دماغی کام چھوڑنا۔ عمدہ غذا۔ اعصاب کی دوا٭ بسا اوقات امراض روحانیہ وہم سے پیدا ہوتی ہیں٭ والسلام

کیا انسان کی فطرت میں بدی ہے؟

میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں کن الفاظ میں مکرمی ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خاں صاحب کا شکریہ ادا کروں جو ناظرین ریویو اُردو کے لئے ایسے ایسے قیمتی پراز معلومات مفید مضامین بھجواتے ہیں یہ مضمون عیسائیت کے بنیادی پتھر پر ایک بہت بڑی زد ہے جسمیں متانت و رزانت کے ساتھ دلائل بیّنہ سے بتایا گیا ہے۔ کہ انسان کی فطرت میں بدی نہیں۔ یہی وہ مسئلہ ہے جسپر کفّارہ وغیرہ کے مسائل مترتب ہوتے ہیں جب بنیاد ہی نہیں رہی تو جو قلعے اسپر بنائے جاتے وہ خود بخود گر گئے۔ اور میدان توحید اسلام کے لئے صاف ہو گیا چوہدری صاحب نے یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی ایک تقریر کی روشنی میں لکھا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین کرام اسے غور و تامل سے پڑھینگے ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ ایسے مضامین اوّل سے آخر تک پڑھا کریں تاکہ انکی معلومات میں اضافہ ہو (ایڈیٹر)

مضمون کی اہمیّت } ”ورثہ گناہ“ وہ مرکزی ستون ہے۔ جسکے سہارے اُلوہیّت۔ کفّارہ اور تثلیث کی کڑیاں کھڑی ہیں۔ عیسائیوں کو ان باطل عقیدوں کے گھڑنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ وہ ورثۂ گناہ کے عقدہ کو حل نہ کر سکے۔ چنانچہ انکا عقیدہ ہے کہ آدم نے گناہ کیا اور وہ گناہ اس کی اولاد کو ورثہ میں ملا۔ پس انہیں ورثۂ گناہ کے اثر کو زائل کرنیکے لئے اُلوہیّت اور کفّارہ کے مسائل تراشنے پڑے۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آدم کا گناہ آگے نہیں چل سکتا۔ اور اسکی اولاد کو ورثہ میں نہیں مل سکتا۔ تو اُلوہیّت اور کفّارہ وغیرہ مسائل خود بخود ردّ ہو جاتے ہیں۔ اس مضمون میں انشاء اللہ عیسائیوں کے اس بنیادی اصول یعنی ورثۂ گناہ کے عقیدہ کا ردّ کیا جائیگا۔ اور طب اور علم النفس کی رُو سے ثابت کیا جائیگا۔ کہ آدم کا گناہ اسکی اولاد کو ورثہ میں نہ مل سکتا نہ ملا ہے۔ نیز یہ کہ انسان کا میلان طبعاً بدی کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ انسان

پاک فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ؁

ورثۂ گناہ کا ردّ

یہ بالکل لغو اور باطل خیال ہے کہ گناہ ورثہ میں آیا ہے۔ ایسا عقیدہ نہ صرف انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ بلکہ اس میں انسان کی ہتک ہے۔ چنانچہ علم النفس کی تحقیقاتیں (جیسا کہ اس مضمون میں ثابت کیا جائیگا) اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ انسان کی فطرت پاک ہے انسان بالارادہ ہستی ہے۔ اور وہ گناہ کرنے پر مجبور نہیں۔ اس لئے کہ گناہ بعض خارجی اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نہ کہ طبعی میلان کا۔

عیسائیوں کے پاس ورثہ گناہ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان کا طبعی میلان بدی کی طرف ہے۔ اور یہ میلان طبع آدم کے گناہ کی وجہ سے ہے جس طرح باپ کو اگر کوئی مرض ہو۔ تو وہی مرض ورثہ میں اسکی اولاد میں منتقل ہوتا ہے۔ اور اس طرح انکی نسل میں کئی پشتوں تک وہ مرض چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مرض اس خاندان میں ایک طبعی بات ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آدم نے گناہ کیا۔ اور وہ گناہ ورثہ میں اس کی اولاد کو ملا۔ اور اب کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا جو اس میلان طبع کو لیکر نہیں آتا۔ اسکے متعلق اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کسی قسم کی مرض ورثہ میں ملتی ہے۔ کس حد تک وہ ورثہ چلتا ہے۔ اور اس کا اثر کس طرح زائل ہو سکتا ہے۔

ورثہ میں ملنے والے امراض (۱) علم الامراض کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ورثہ میں وہی بیماری ملتی ہے جو باپ کو ہو۔ نہ کہ دیگر امراض۔ یعنی مرض اسی رنگ کا ہوگا جو باپ کو لاحق ہوا تھا (۲) پھر مرض وہی آگے چل سکتا ہے۔ جسکا زہر سارے جسم پر اثر کرے۔ جنکو ہم کانسٹی ٹیوشنل امراض کہتے ہیں۔ مثلاً آتشک۔ یا جو طبیعت ثانی بن گئی ہو۔ جیسے مزمن امراض مثلاً سل۔ نقرس وغیرہ۔ یا رحم مادر میں مشیمہ میں زہریلے دوران خون کی وجہ سے یا ماں کے رحم سے گذرتے وقت بچہ کو کوئی مرض لگ جائے۔ بشتہ آنکھوں کی سوزش جو والدہ میں سوزاک کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ باپ کو سل ہو۔ اور بیٹا آتشک ورثہ میں لیلے۔ یا باپ کو کبھی زکام کی شکایت ہو گئی ہو اور وہ نطفہ میں منتقل ہو جائے یا معمولی بدہضمی کا عارضہ ہو وہ مرض بچہ کو بھی لگ جائے۔ کیونکہ مرض وہی آگے چل سکتا ہے۔ جو طبیعت ثانی بن گیا ہو۔ اور یہ مزمن امراض یا ایک ہی مرض کے بار بار حملوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

آدمؑ کا گناہ سہواً تھا

اس بیان سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آدم سے گناہ آگے نہیں چل سکتا۔ اسلئے کہ آدمؑ کا گناہ ارادۃً نہ تھا۔ بلکہ سہواً تھا۔ پھر یہ گناہ طبیعت ثانی نہیں بنا تھا۔ کیونکہ صرف ایک دفعہ کیا تھا۔ اور مرض کا صرف ایک حملہ طبیعت ثانی بنانے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ اگر کہا جائے کہ آدم کا یہ گناہ شدید امراض مثلاً پلیگ یا ہیضہ کی طرح ایسا سخت تھا کہ اس کا ایک ہی حملہ کافی تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح شدید امراض سے پیشتر اسکے کہ نطفہ پر اثر ہو اور مریض اسکو منتقل کر سکے۔ وہ خود ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر آدم کا گناہ ایسا ہی خطرناک تھا۔ جیسا کہ شدید امراض مثلاً ہیضہ یا پلیگ تو چاہیئے تھا کہ پیشتر اسکے کہ آدم اس مرض کو اپنی اولاد کو دے سکتا۔ وہ خود ہلاک ہو جاتا۔ غرضیکہ اس طرح بھی ورثہ گناہ بند ہو جاتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ گو زکام۔ بدہضمی یا کھانسی وغیرہ معمولی امراض کا ایک حملہ طبیعت ثانی نہیں بن سکتا مگر آتشک ایک ایسا مرض ہے۔ جس کا ایک ہی حملہ کافی ہوتا ہے۔ اور وہ نطفہ میں منتقل بھی ہوتا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ اگر اوّل تو ہم اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ آدم کے گناہ کو جو سہواً ہوا ایک خبیث مرض سے تشبیہ دیں۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ اس گناہ کا زہر آتشک کے زہر کی طرح ایسا سریع الاثر تھا کہ ایک حملہ سے نطفہ پر اثر ہو گیا۔ تو بھی گناہ آگے نہیں چل سکتا۔ اسلئے کہ مرض آتشک تبھی نطفہ میں منتقل ہوتا ہے۔ جب مرض کی موجودگی میں حمل قرار پائے۔ جو اسی

علاج کے بعد مرض منتقل نہیں ہوسکتا

صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ مرض کا علاج نہ کرایا جائے۔ یا علاج کرایا جائے مگر وہ کافی نہ ہو۔ اور ڈاکٹر یہ کہے کہ ابھی تمہارے خون میں آتشک کا زہر باقی ہے لیکن اگر مرض کا علاج کرا لیا جائے۔ اور معالج بھی حکیم حاذق ہو۔ اور پھر وہ اس بات کا سرٹیفکیٹ بھی دیدے کہ تم کو شفاء کامل ہو گئی ہے۔ تو وہ مرض نطفہ میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ پس آتشک والا اگر مرض کا علاج کرانے اور کامل شفا حاصل کرنے (اور پھر اس امر کی تصدیق میں اس کا اپنا خیال نہ ہو۔ بلکہ ڈاکٹر اسکو اس بات کا یقین دلا دے۔ کہ اب تمہارا خون آتشک کے زہر سے پاک ہے) کے بعد اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس صورت میں مرض نطفہ میں منتقل نہیں ہو سکتا۔

آدم کے گناہ کے وقت اولاد کا سوال نہ تھا

اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس صورت میں بھی گناہ آگے نہیں چل سکتا۔ اسلئے کہ گناہ کے وقت اولاد کا سوال نہ تھا۔ اور اولاد کے وقت وہ توبہ کر چکا تھا یعنی علاج کرانے کے بعد اولاد پیدا ہوئی۔ پس چاہیئے تھا۔ کہ توبہ ہم کو ملتی نہ گناہ۔

غور کا مقام ہے کہ ایک شخص کو معمولی مرض لگتا ہے (اور وہ شخص اس مرض کا فوراً علاج کراتا ہے

اور معالج بھی حکیم مطلق ہے۔ اور اسکو شفا کامل ہو جاتی ہے۔ اور اس بات کے ثبوت میں کہ شفا ہو گئی ہے۔ اس کا اپنا خیال نہیں بلکہ معالج کا سارٹیفکٹ ہے۔ اور اسکے بعد وہ اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے۔ اور اولاد حاصل کرتا ہے۔ تو اسکے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اسکی اولاد کو ضرور یہ مرض ہوگا۔ امراض خبیثہ کا علاج اگر بخوبی ہو جائے۔ اور ڈاکٹر (جس کا علم ظنّی ہے۔ اور غلطی کر سکتا ہے) کہدے کہ تم اب اس مرض کے زہر سے پاک ہو گئے ہو۔ اور اس کے بعد وہ شخص اولاد حاصل کرے۔ اور اسکی اولاد کو آتشک نہیں

اولاد کے وقت توبہ کر چکا تھا

ہوتی۔ مگر آدم نے جب معمولی گناہ کیا جو زکام کے حملہ کے مشابہ تھا (کیونکہ سہواً تھا) اور اس کا علاج بھی توبہ استغفار سے کیا۔ پھر معالج (اللہ تعالیٰ) نے گواہی دی کہ تیری توبہ قبول ہو گئی (یعنی تیرا مرض بالکل دور ہو گیا) اور اسکے بعد اسکو اولاد ملتی تو کیا وجہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اسکی اولاد میں وہ گناہ دور ہوگا۔

طب کی رو سے اس امر کی دلیل کہ علاج کے بعد چاہیئے تھا کہ توبہ ہم کو ملتی اور نہ گناہ یہ ہے۔ کہ جس طرح کسی شخص کو زکام کا حملہ ہو جائے (اور وہ شخص درحقیقت بہت محتاط ہو۔ مگر غلطی سے ایسا ہو جائے) تو وہ بجائے اسکے کہ اس مرض کو معمولی سمجھ کر ایک دفعہ بیدارانہ پیکر لیٹ رہے۔ اسکے عوارضات اور نتائج کے ڈر سے زکام۔ نمونیا اور انفلوائنزا کے ملے جلے جراثیم کا ٹیکہ لگوا لے۔ تو وہ شخص نہ صرف زکام بلکہ نمونیا اور انفلوائنزا سے بھی محفوظ ہو جائیگا۔ اور نہ صرف وہ خود بلکہ اسکی اولاد بھی ان امراض سے محفوظ ہو جائیگی۔ کیونکہ ویکسین کا اثر نطفہ کے ذریعہ ایک حد تک منتقل ہو سکتا ہے۔

آدم نے توبہ کا حقیقی ٹیکہ لگوایا اور توبہ کا ورثہ ہمکو ملا۔

اسی طرح آدم نے سہواً معمولی سا گناہ کیا مگر اس نے اس گناہ کو معمولی نہ سمجھ کر اور جناب الٰہی کی ناراضگی کا خیال کرتے ہوئے اور اس گناہ کے اثرات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا یقینی اور وسیع الاثر ٹیکہ لگوایا (یعنی حقیقی توبہ) کہ نہ صرف وہ خود بلکہ اسکی اولاد بھی اُس گناہ کے زہر سے محفوظ ہو گئی۔ کیونکہ توبہ کا ورثہ انکو ملا۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ورثہ میں آئی ہوئی امراض کسی حد تک خاندان میں چل سکتی ہیں۔ اور اگر ان امراض کا سلسلہ لمبا چلا جائے۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

ورثہ کی امراض خاندان میں کسی حد تک چلتی ہیں

واضح ہو کہ موروثی امراض کا سلسلہ اگر لمبا ہو جائے۔ تو اسکے دو ہی نتائج ہو سکتے ہیں۔ یا تو وہ مرض دن بدن خاندان میں بڑھتا جاتا ہے۔ اور خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ خاندان فنا ہو جاتا ہے۔ یا وہ مرض دن بدن کم ہوتا جاتا ہے۔ حتّٰی کہ اس خاندان سے اُس بیماری کا نام و نشان

مٹ جاتا ہے۔ مثلاً باپ کو سِل ہو اور اسکا علاج نہ ہو۔ تو اسکے بچہ کو سِل کی طرف میلان طبع ورثہ میں ملیگا۔ اب یہ مرض یا تو دن بدن خاندان میں بڑھتا جائیگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بعض بچے بچپن میں ہی مرجائینگے۔ بعض بلوغت کو پہنچ کر فوت ہونگے۔ غرضیکہ اس طرح یہ مرض خاندان کو فنا کردیگا۔ کیونکہ وہ شادی کی عمر کو پہنچنے سے قبل ہی مرجائینگے یا پھر یہ مرض اس خاندان میں دن بدن کم ہوتا جائیگا۔ (واضح ہو کہ اس کے لئے علاج کی ضرورت نہیں۔ یہ نیچر کا قانون ہے۔ اور اسکا مخفی طریق علاج کا ہے) حتیٰ کہ وہ خاندان اس مرض سے بکلی پاک ہوجائیگا۔ مگر کسی صورت میں بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ قیامت تک اس مرض کا سلسلہ اسی صورت میں چلا جائے۔

مرض آتشک دو پشتوں سے آگے نہیں چل سکتا مرض آتشک کا حال جس کے ساتھ آدمؑ کے گناہ کو تشبیہ دیجاتی ہے اور بھی ہماری اس بیان کی تائید میں ہے۔ چنانچہ آتشک کے متعلق یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ یہ دو پشتوں سے آگے نہیں چل سکتا۔ مثلاً باپ کو اگر آتشک ہو تو بیٹے کو موروثی آتشک کا مرض لاحق ہوگا (وہ بھی اسی صورت میں کہ علاج نہ ہو) اب یہ مرض آگے نہیں چل سکتا۔ کیونکہ آتشک کا یہ قاعدہ ہے کہ اوّل تو حمل ہی مشکل سے قرار پاتا ہے۔ پھر اگر حمل ٹھہر جائے تو کئی دفعہ اسقاط ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی حمل پوری میعاد تک پہنچ بھی جائے تو بچہ عموماً پیدا ہوتے ہی مرجاتا ہے۔ پھر اگر کوئی بچہ بچ جائے۔ تو اسکو مرض آتشک کا حملہ ہوتا ہے۔ اور پورے زور کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب موروثی آتشک کا یہ قاعدہ ہے کہ بلوغت کو پہنچنے سے پہلے اسکا زہر جسم سے بکلی زائل ہوجاتا ہے اور اسکے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ اسکے لئے علاج کی ضرورت نہیں۔ بلکہ نیچر نے خود یہ انتظام کر رکھا ہے۔ تا یہ زہر بہت نسلوں کو تباہ نہ کردے۔ چونکہ شادی کی عمر کو پہنچنے سے یہ مرض دور ہوچکا ہوتا ہے اسلئے موروثی آتشک

✗ حاشیہ۔ واضح ہو کہ ہم کسی مرض کے وجود کے اپنی اسی صورت میں نطفہ میں منتقل ہونے کے قائل نہیں۔ مثلاً سِل کا مرض اگر باپ کو ہو۔ تو اس کے بچہ کو تیار شدہ سِل کا مرض نہیں ملیگا۔ یعنی سِل کا جرم نطفہ کے ذریعہ منتقل نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کی اولاد میں ایک کمزوری ہوگی۔ اور مرض سِل کی طرف میلان طبع ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر مرض سِل کے جراثیم کا (جو داخل باہر سے ہی ہونگے) جلدی اثر ہوگا۔ اور تنگ و تاریک کمروں میں رہنے سے اسکے جسم پر بہ نسبت تندرست والدین کے بچوں کے جلد اثر ہوگا۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ باوجود کامل احتیاط کے یہ بچہ تپ دق سے بچ نہ سکے۔ بلکہ قوانین صحت کی پوری پابندی سے ہم بفضل خدا اسی طبعی میلان کو دور بھی کر سکتے ہیں۔ یہی حال نقرس گنٹھیا اور دیگر موروثی امراض کا ہے۔ ہاں آتشک ایک ایسا مرض ہے۔ جو اپنی اسی صورت میں نطفہ میں منتقل ہوسکتا ہے۔

آگے نہیں چل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آتشک مرض صرف دو پشتوں تک چلتا ہے۔ ہندوستان میں بعض دفعہ آتشک تیسری پُشت تک چلا جاتا ہے۔ مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں بچپن کی شادی کا رواج ہے یوُرپ میں جہاں پوری بلوغت کے بعد شادی کیجاتی ہے۔ تیسری پُشت تک یہ مرض نہیں جاتا۔

اگر آدم کے گناہ کو آتشک کے زہر سے ہی تشبیہ دیجائے۔ تو بھی گناہ آگے نہیں چل سکتا۔ اور دو پشتوں تک اس کا اثر محدود ہونا چاہیئے۔ مگر اس کا سلسلہ قیامت تک تو کسی صورت میں بھی نہیں چل سکتا۔ کیونکہ متذکرہ بالا اصل کے ماتحت چاہیئے تھا۔ کہ یا تو آہستہ آہستہ یہ گناہ خاندان سے نکل جاتا۔ یا پھر بڑھتا جاتا حتیٰ کہ خاندان فنا ہو جاتا۔ اور آگے نسل چلنی بند ہو جاتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرض بڑھا نہیں کیونکہ آدم کی نسل منقطع نہیں ہوئی۔ پس یہی ماننا پڑیگا۔ کہ مرض آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ بالکل زائل ہو گیا۔

آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی

گناہ کے اثر کو زائل کرنے کے متعلق میں یہ بتا چکا ہوں۔ کہ علاج سے (یعنی توبہ سے) اُس گناہ کا اثر دُور ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔ آدمؑ نے توبہ کی۔ اور وہ توبہ قبول بھی ہوئی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ فتلقّٰی اٰدم من ربہ کلماتٍ فتاب علیہ انہٗ ھوالتواب الرحیم (بقرہ)

پس ثابت ہوُا۔ کہ آدم کا گناہ اسکی اولاد میں منتقل نہیں ہوُا۔

کیا اچھی تربیت سے بچہ نیک نہیں بن سکتا

دوسری دلیل ورثہ گناہ کے ثبوت میں وہ یہ دیتے ہیں کہ بچہ باوجود اچھی تربیّت کے نیک نہیں بن سکتا۔ اور اسکی یہی وجہ ہے کہ اسکی فطرت میں گناہ ہے۔

مگر عیسائیوں کا یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ بچہ اچھی تربیت سے نیک بن سکتا ہے۔ یہ بالکل سچّی بات ہے، کہ انسان پاکیزہ فطرت لیکر دنیا میں آتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ماں باپ کے اثر کے ماتحت بعض بدیوں کی طرف میلان بھی لے سکتا ہے۔

فطرت اور میلان میں فرق

اصل بات یہ ہے کہ فطرت اور میلان میں فرق ہے۔ فطرت وہ مادہ ہے جسکو ضمیر یا کانشنس کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ پاک ہوتی ہے کبھی بد نہیں ہوتی۔ ایک ڈاکو۔ زانی یا قاتل کا بچہ بھی ایسی ہی پاک فطرت لیکر آتا ہے۔ جیسا کہ ایک نیکوکار متقی کا بچہ۔ مگر ڈاکو کے بچہ کے اندر

فطرت ہر ایک کی پاک ہے

ایک کمزوری ضرور ہوگی۔ اور وہ اس بدی کی طرف میلان ہے یعنی اگر اسکے والدین کے خیلات گندے تھے۔ تو ان خیالات کا اثر اگر اس پر کسی وقت پڑے تو یہ ان کو جلدی قبول کر لیگا۔ مثلاً اگر ڈاکو یا زانی کے بچّے کو (جس میں ایک کمزوری ہے۔ اور اس بدی کی طرف میلان ہے) بُری صحبت میں رکھا جائے تو وہ اس بدی کے اثر کو مقابلتاً جلد قبول کر لیگا۔ یہی حال امراض کا ہے۔ کہ جو بیماریاں مزمن ہوتی ہیں۔ اور جزوِ بدن بنجاتی ہیں ان کا اثر بچوں میں

اپنی اصلی شکل میں منتقل نہیں ہوتا۔ بلکہ ان میں اس مرض کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر ان بیماریوں کے بڑھانے والے سامان پیدا ہو جائیں تو وہ اس اثر کو نسبتاً جلد قبول کر لیتے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میلان طبع کو بیرونی اثرات مٹا بھی سکتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ممکن کوشش کے باوجود زانی یا ڈاکو کے بچے ضرور زانی یا ڈاکو بن جائیں۔ کیونکہ

بدی کی طرف میلان اعلیٰ تربیت سے دور ہو سکتا ہے

ایسے بچے نیکوں کی صحبت۔ وعظ و تلقین۔ دعا اور خدا کے فضل سے راستباز اور شریف انسان بن سکتے ہیں ان بچوں کے مستقبل کے متعلق والدین کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام نے بھی مخصوص تعلقات کے وقت فریقین کی دماغی حالت کے اثر کو سمجھا ہے۔ اور اسکو نیک بنانے کا انتظام کیا ہے۔ گو یہ اثر نہایت خفیف ہوتا ہے۔ اور بیرونی اثرات اسکو بالکل مٹا بھی دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی اسلام نے اس باریک اثر سے اولاد کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ دعا سکھلائی۔ اَللّٰھُمَّ جنبنا الشیطٰن وجنب الشیطٰن ما رزقنا (مشکوٰۃ) اے خدا ہمیں بد وساوس اور گندے ارادوں سے اور انکے محرک لوگوں سے محفوظ رکھ۔ اور جو ہماری اولاد ہو۔ اسکو بھی محفوظ رکھ۔

ایام حمل کے افعال کا جنین پر اثر

یوجینکس کے ماہرین یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنی مرضی کے مطابق اولاد کو شاعر عالم۔ خوشنویس۔ ڈاکٹر۔ جرنیل یا پارسا۔ بنا سکتے ہیں۔ مثلاً اگر والدہ کی خواہش ہو کہ اسکا بچہ خوشنویس ہو۔ تو وہ ایام حمل میں زیادہ وقت لکھتی رہے۔ اگر وہ چاہے کہ اسکو علم کا شوق ہو تو وہ ایام حمل میں زیادہ تر مطالعہ میں مشغول رہے۔ اسی طرح اگر جرنیل بنانا ہو تو ایام حمل میں ملٹری کاموں میں حصہ لے۔ غرضیکہ جس بات کی طرف بچہ کا میلان پیدا کرنا ہو۔ وہ کام والدہ ایام حمل میں کرتی رہے۔

ان کا خیال کسی حد تک درست ہے۔ کیونکہ ایسی مثالیں ہمیں ملتی ہیں جن میں ماں کے خیالات افعال اور تصوّرات کا اثر بچے پر پڑا ہے۔ مگر یہ لوگ استنباطِ نتائج میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ یہ سب اثرات بچہ میں کسی خاص علم یا فن کی طرف صرف میلان پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اسکی فطرت کو نہیں بدل سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماں باپ کے خیالات اور انکی ذہانت اور قابلیتوں کا اثر ایک حد تک اولادہ پر ضرور پڑتا ہے۔ مگر بیرونی اثرات مثلاً اعلیٰ تربیت نیک صحبت۔ اور اچھی تعلیم اس اثر کو مٹا بھی سکتے ہیں۔ کیونکہ تربیت کا اثر تمام دیگر اثرات پر غالب ہے۔

کیا دنیا میں بدی زیادہ ہے؟

۳۔ تیسرا ثبوت انسان کی فطرت میں گناہ ہونیکا وہ یہ دیتے ہیں کہ دنیا میں بدی زیادہ ہے اور نیکی کی نسبت گناہ کرنا آسان ہے۔ مگر یہ بات بھی غلط ہے۔ ہم دنیا میں

گناہ زیادہ نہیں دیکھتے۔ کیونکہ ہر مذہب کے لوگ نیکی زیادہ کرتے ہیں۔ دنیا میں بدی یا نیکی کے ارتکاب کا مقابلہ اس طرح نہیں کرنا چاہئیے۔ کہ بُرے لوگ زیادہ ہیں یا نیک۔ بلکہ اس کا صحیح طریق یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے۔ آیا ہر انسان کے دل میں نیکی کی تحریک زیادہ ہوتی ہے۔ یا بُرائی کی۔ اس بات کو دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے اکثر کام نیکی پر زیادہ مشتمل ہوتے ہیں۔ بہ نسبت بدی کے۔ دنیا میں بدی ظاہر دنیا میں بھی کم ہے مگر گھناؤنی اس لئے زیادہ نظر آتی ہے۔ ایک شخص چور ہے۔ اسے بڑا بدمعاش اور بُرا انسان کہا جائیگا۔ مگر اور کئی عیب ہونگے۔ جو اسمیں نہیں ہونگے شئے ہونیکے سبب سے نمایاں نظر آتی ہے اور کئی اچھی باتیں ہونگی۔ جو اسمیں پائی جاتی ہونگی۔ گویا اسمیں کئی نیکیاں ہونگی۔ اور چوری کرنا ایک بُرائی ہوگی۔ غرضیکہ کوئی شخص ایسا نہیں۔ جسمیں بُرائیاں زیادہ ہوں۔ اور ان کے مقابلہ میں نیکیاں کم ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی دنیا میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور بدی کم۔ مگر چونکہ بُرائی پر ہر ایک کی نظر پڑتی ہے۔ اسلئے وہ نمایاں طور پر نظر آجاتی ہے۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو۔ جس کا صرف ناک کٹا ہوا ہو۔ اور باقی اعضاء بالکل درست ہوں۔ تو لوگوں کی نظر اسکی ناک پر ہی پڑیگی اور باقی اعضاء کی خوبصورتی کو کوئی نہ دیکھیگا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر لوگوں کی نظر بدی پر جلدی پڑتی ہے۔ اس لئے بدی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

فطرت پاک ہونے کے ثبوت۔

۱۔ بد کو بدی کرتے وقت بُرائی آسان معلوم ہوتی ہے۔ اور اسکو اچھا سمجھتا ہے۔ مثلاً چور کو چوری کرتے وقت یہ فعل مزیدار معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعد میں اس کی ضمیر اسکو ملامت کرتی ہے۔

۲۔ اسی طرح پہلا جھوٹ گھبراہٹ پیدا کرتا ہے۔ مگر سچ ایسی حالت پیدا نہیں کرتا۔

۳۔ انسانی فطرت میں نیکی ہونیکا ایک اور ثبوت یہ ہے۔ کہ بدی صرف کرتے وقت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر نیکی کو غیر معین وقت تک اچھا سمجھتے ہیں۔

۴۔ اس امر کا ثبوت کہ بدآدمی بھی بدی کو بُرا سمجھتا ہے یہ ہے کہ اگر دوسرے لوگ بُرائی کریں۔ تو

۵۔ وہ انکو بُرا سمجھتا ہے۔ پھر اگر چور کو چور کہا جائے۔ تو وہ بُرا مناتا ہے۔ لیکن نیک کو اگر نیک کہا جائے تو وہ بُرا نہیں مناتا۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ بد کو بھی اس بات کا احساس ضرور ہوتا ہے کہ میں بُرائی کرتا ہوں۔ اور یہ احساس اس بات کا نتیجہ ہے کہ ضمیر پاک ہے اور وہ نہیں چاہتی کہ اسپر کوئی گندہ داغ لگے۔ ایک اور دلیل اس بات کی یہ ہے کہ

۶۔ اگر کسی چور کے گھر کی کوئی چوری کرے۔ تو وہ بُرا مناتا ہے۔ اور انتقام لیتا ہے۔ یہ کیوں ہے۔ اگر

چوری کو وہ اچھا فعل سمجھ کر کرتا ہے۔ تو چاہئیے کہ دوسروں کے اس فعل پر ناراض نہ ہو۔ پس اسکا خود اس کام کو کرنا۔ اور دوسروں کے اس فعل پر بُرا منانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسکی فطرت میں نیکی ہے اور وہ بدی کو کسی خارجی اثر سے متاثر ہو کر کرتا ہے۔

۷۔ پھر سخت سے سخت بُرے آدمی کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد میں یہ عیب نہ ہو۔

بدی کو اچھا سمجھنے کی حالتیں بدی کو جو لوگ اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ محض اپنے نفس کو خوش کرنیکے لئے ایسا کرتے ہیں۔ گو ضمیر انکو اندر سے بار بار چھیڑ رہی ہوتی ہے۔ اور ان کے اس فعل پر بعد میں ملامت بھی کرتی ہے۔ مگر وہ بوجہ عادی ہو جانے کے ضمیر کی آواز کو سُنتے نہیں۔ ان لوگوں کی حالت اس شخص کی مانند ہے جس کے پیٹ میں درد ہو۔ اور وہ افیم کھا کر مزے سے لیٹ رہے۔ اور سمجھے کہ اب درد کا افاقہ ہے۔ حالانکہ اسکی انتڑیوں کا زخم (جس کی وجہ سے درد ہے) بڑھ رہا ہو۔ اور ان کے اندر سوراخ ہو کر اسکی ہلاکت کا موجب ہو جائے۔ مگر اسکو درد محسوس تک نہ ہو۔ اور اسی نشہ کی حالت میں راہی ملک عدم ہو جائے۔

شفاعت کی امید پھر بعض لوگ شفاعت کی امید پر بدی کرتے رہتے ہیں۔ اور اسکو اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ واضح ہو انسان جو کچھ والدین سے بطور ورثہ کے لیتا ہے۔ اسکے اثر کو مٹانا انسان کا کام نہیں۔ کیونکہ وہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔ جس کا مٹانا اسکی طاقت میں نہیں وہ گناہ نہیں کہلا سکتا۔

عیسائیوں سے دو سوال عیسائیوں سے ہمارا یہ سوال ہے۔ کہ پہلے انبیاء پاک تھے یا نہیں۔ اگر پاک نہیں تھے تو سب دوزخ میں جائینگے۔ اور اگر پاک تھے۔ تو بغیر کفارہ کے بخشے جائینگے۔ اگر پاک ہو گئے۔ تو گناہ کی وراثت بھی بند ہو گئی۔ حیرانی کی بات ہے۔ کہ یہ تو کہا جاتا ہے کہ آدم کا ایک گناہ بانٹا گیا۔ مگر اسکی سب نیکیاں ایسی ہی رہیں۔ کیا وجہ ہے کہ وہ نہ بانٹی گئیں۔

پھر ہم عیسائیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا آدم نے توبہ کی۔ اگر وہ اب جنت میں ہے۔ تو توبہ قبول ہو گئی تو ورثہ گناہ بند ہو گیا۔ ان کا یہ جواب ہے کہ توبہ سے سزا تو بے شک معاف ہو گئی۔ مگر اسکا طبعی نتیجہ نہیں دور ہوگا۔ مثلاً عورت اگر زنا کرے۔ تو گو اسکی سزا معاف کیجا سکتی ہے۔ مگر اسکا طبعی نتیجہ یعنی حمل تو ضرور رہیگا۔ اسکے متعلق ہمارا پھر ان سے سوال ہے کہ کیا کفارہ سے طبعی نتیجہ دور ہو سکتا ہے۔ یا نہیں اگر ہو سکتا ہے۔ تو پھر توبہ سے بھی ہو گیا۔ دونو روحانی معاملے ہیں ٭

احسن تقویم کا ثبوت

اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان دنیا میں پاک فطرت لیکر آتا ہے۔ مگر وہ بعض خارجی اثرات سے

متأثر ہو کر گناہ میں ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر ایک بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر اسکی والدین اسکو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

تشریح ضمیر؛ قبل اسکے کہ میں اس امر کا ثبوت پیش کروں کہ انسان کی فطرت پاک ہے ضمیر کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ انسان کے اندر تین دماغی طاقتیں کام کرتی ہیں یعنی ضمیر، شعور خارجی۔ اور شعور باطنی۔

۱۔ ضمیر۔ جسکو کانشنس یا فطرت کہتے ہیں۔ یہ ہر شخص میں خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو پاک ہوتی ہے۔ ایک ڈاکو اور قاتل کا بچہ بھی ایسی ہی پاک فطرت لیکر دنیا میں آتا ہے جیسا کہ ایک متقی اور پرہیزگار کا بچہ۔ مگر اوّل الذکر میں ایک کمزوری یا میلان بدی کی طرف ضرور رہیگا۔ اور وہ والدین کے گندے خیالات کے اثر کو نسبتاً جلد قبول کر لیگا۔

اسلام کے اصول کے مطابق بدی باہر سے آتی ہے۔ اور انسان کا دل پاک ہے یعنی انسان کو ایسی ضمیر دیگئی ہے جو اس بات کو پسند کرتی ہے کہ نیکی کیجائے۔ اور بدی سے اجتناب کیا جائے۔ مگر صرف اس طاقت سے کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ ضمیر تو صرف اتنا بتا سکتی ہے۔ کہ نیکی کر اور بدی سے بچ۔ باقی رہا یہ سوال کہ کونسا کام نیک ہے اور کونسا بد۔ اس کا فیصلہ عقل کرتی ہے۔

۲۔ شعور خارجی یا کانشس۔ یعنی وہ طاقت جس کے ذریعہ انسان خارجی اثرات کو قبول کرتا ہے ان اثرات کا علم انسان کو حواس سبعہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ اب عقل کے فیصلوں کی بنیاد ان علوم پر ہوتی ہے۔ جو انسان حواس کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ پس اگر ان خارجی اثرات کے قبول کرنے میں انسان غلطی کر بیٹھے تو لازماً وہ نیکی اور بدی کی تعریف میں بھی غلطی کریگا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اسکی ضمیر بھی دھوکا کھائے گی۔ اور چونکہ وہ نیک کاموں کو بد سمجھیگی۔ ان پر اُسے ملامت کریگی۔ اور چونکہ بد کو نیک سمجھیگی ان پر اس کی تعریف کریگی۔ واضح ہو کہ بچہ میں عقل یا سمجھ یکدم کہیں باہر سے نہیں آ جاتی۔ بلکہ وہ ان علوم سے پیدا ہوتی ہے۔ جو بچہ پیدائش کے دن سے اپنے حواس سبعہ کے ذریعے حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ اور جنکا نقش اس کے دماغ میں محفوظ رہتا ہے۔

۳۔ شعور باطنی۔ یا انٹوئشن۔ یعنی وہ اندرونی طاقت جو بد خیالات کو روکتی ہے۔ اور نیک خیالات کی محرک ہوتی ہے۔ اس طاقت کے بڑھانے کے لئے اعلیٰ تعلیم۔ اور نیک نمونہ کی ضرورت ہے۔

شعور خارجی کا اثر؛ ان تینوں طاقتوں میں سے شعور خارجی کا اثر سب پر غالب ہے۔ کیونکہ بچہ ارد گرد کے

حالات سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً بچہ اگر کوئی کام کرے یا کلمہ منہ سے نکالے۔ اور والدین خوش ہوں تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے۔ سماع کا بھی عقل کے بنانے میں بہت دخل ہے۔ بچہ جو کچھ والدین کے منہ سے سنتا ہے۔ اسی کو عقل کے مطابق اور صحیح سمجھتا ہے۔ تربیت کا اثر بھی بہت مضبوط ہوتا ہے۔ اور بہت سی اخلاقی کمزوریاں بچوں میں صرف غلط تربیت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ غلط تعلیم سے بھی عقل کو دھوکا لگ جاتا ہے پھر بعض دفعہ انسان ذاتی فوائد کی وجہ سے ایک بات کو جو درحقیقت بُری ہوتی ہے۔ اچھا سمجھتا ہے۔ اجتماع توجہ پر بھی عقل کے بہت سے فیصلوں کا انحصار ہے۔ نقطۂ نگاہ بدل جانے سے عقل کا فیصلہ بھی بدل جاتا ہے مثلاً والدین کا اپنے بچوں سے محبت کرنا ایک طبعی تقاضا ہے۔ اور اخلاق نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ یہ طبعی جذبہ حیوانوں میں بھی موجود ہے۔ مگر اسکے برخلاف اولاد کا والدین سے محبت کرنا اور ان سے نیک سلوک کرنا طبعی جذبہ نہیں بلکہ اخلاق ہے۔ کیونکہ یہ بات حیوانوں میں نہیں ہے۔ اسلام نے والدین سے حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی تعلیم اس لئے دی ہے کہ انہوں نے تکلیفیں کاٹ کر ہماری پرورش کی ہوتی ہے۔ اور اس پچھلے احسان کے شکریہ میں (اور نہ آیندہ نفع کی اُمید پر) ہم کو ان سے نرمی اور محبت کرنیکا حکم ہے اب اگر نقطۂ نگاہ بدل جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ والدین کا ہم پر کونسا احسان ہے۔ انکو شہوت نے تنگ کیا اور دونو آپس میں ملے۔ جس کا طبعی نتیجہ حمل تھا۔ جو اسکو مجبوراً ۹ ماہ تک اُٹھانا پڑا۔ وضع حمل بھی ایک طبعی فعل تھا۔ جو اسکے اختیار سے باہر تھا۔ دودھ پلانے کا بھی کوئی احسان نہیں۔ کیونکہ فعل رضاعت میں ماں کو بھی مزہ آتا تھا۔ اور وہ اپنے اس مزے کی خاطر چھاتی منہ میں ڈالتی تھی۔ جسکا لازمی نتیجہ دودھ کا بہنا تھا۔ تعلیم و تربیت انہوں نے اسلئے کی کہ انکو ہم سے آئندہ نفع کی امید تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ نقطۂ نگاہ کے اختلاف سے عقلی فیصلے بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ عادت اور خرابی صحت اور کمزوری جسم سے بھی بعض اخلاقی کمزوریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ ایک انسان شراب حقّہ وغیرہ کو بُرا سمجھتا ہے۔ مگر جب انکا وقت آتا ہے۔ تو اپنے آپکو مجبور پاتا ہے۔ اور باوجود اس بات کا علم ہونے کے کہ یہ بُرا فعل ہے پھر اس کو کرتا ہے۔ اسی طرح لمبی بیماری سے انسان چڑچڑا مزاج ہو جاتا ہے۔ بزدلی اور عیاشی بھی اسی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ بعض دماغی نقائص سے بھی گناہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر انکی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں پس ضمیر کہتی ہے کہ نیکی کرو مگر یا تو خارجی اثرات کا اثر غالب ہوتا ہے۔ اسلئے وہ مجبور ہو جاتا ہے۔ یا اسکی عقل نیکی اور بدی کی تعریف میں غلطی کرتی ہے۔

علم النفس کے ماہر ڈاکٹر ہائینڈ لکھتے ہیں کہ ہم تیار شدہ نیک بد خواص والدین سے نہیں لیتے بلکہ صحیح دماغ لیتے ہیں۔ جس پر کوئی نقش نہیں ہوتا۔ مگر شعور خارجی سے متاثر ہونے کی اسمیں قابلیت

ضرور ہوتی ہے۔ اگر ایک بچہ والدین سے اندھیرے میں ڈرنے کا میلان ورثہ میں لیکر پیدا ہو۔ تو یہ کمزوری غلط تربیت سے اسکے دماغ میں راسخ ہو جائیگی۔ اور اگر اسکے دماغ میں کوئی مخالف تحریک پیدا کر کے اس کمزوری کو دور نہ کیا جائے۔ تو یہ عادت ہو کر طبیعت ثانی بنجائیگی۔

نیک نمونہ کی ضرورت } وہ بچہ والدین سے خواہ کیسے ہی اعلیٰ دماغی قویٰ لیکر پیدا ہو۔ مگر ان خوبیوں کا نمو ناممکن ہے۔ جبتک کہ ان قویٰ کی صحیح تربیت نہ کیجائے۔ اور دماغی قویٰ کی نشوونما اور انکو میدان عمل میں لانے کیلئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ (اس بیان سے بچوں کے سامنے "نیک نمونہ پیش کرنے کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے")

والدین کو عموماً اس بات کا فکر ہوتا ہے۔ کہ ان کی کمزوریوں اور نقائص کا اثر انکی اولاد میں منتقل ہوگا مگر وہ نہیں جانتے کہ ورثہ کے اثرات کو (جو بہت خفیف ہوتے ہیں) وہ اپنے نیک نمونہ سے دور کر سکتے ہیں کیونکہ نمونہ قلب غیر عامل کیلئے ایک مجسم تحریض ہوتا ہے۔

صحبت کا اثر } والدین کے اثر کے بعد پھر ہمجولیوں اور استادوں کا اثر شروع ہوتا ہے۔ جن کا بچے کے آئندہ چال چلن کے ڈھالنے میں بہت دخل ہے۔

بچوں میں قوت متاثرہ زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان پر تحریض کا اچھی ہو یا بری جلدی اثر ہوتا ہے۔ انکے نیک اخلاق بری صحبت سے جلد ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور انکے قلوب غلط تعلیم اور ان بد اثرات سے جو وہ آنکھوں اور کانوں کے ذریعے قبول کر رہے ہوتے ہیں جلد ناپاک ہو جاتے ہیں۔ ہم تحریضوں کا مجموعہ ہیں جنمیں سے بعض خارجی ہیں اور بعض باطنی۔ اور انمیں سے ایک دوسری پر غالب آسکتی ہے مگر بطور قاعدہ کلیہ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم پر شعور خارجی کا اثر اس صورت میں جلدی ہوتا ہے جب وہ ہماری باطنی تحریکوں کے موافق ہوں۔ باطنی تحریکوں سے مراد وہ قلبی تحریکیں ہیں جن پر ہمارے چال چلن کا انحصار ہے۔

مضبوط ایمان بدی کی ہر تحریک کو مغلوب کر سکتا ہے } جب قلب غیر عامل کے سامنے دو متضاد تحریضیں ہوں یعنی تحریض قلبی اور دوسری کسی اور آدمی کی طرف سے خارجی تحریض تو اسوقت جو تحریض زیادہ قوی ہوگی وہ دوسری پر غالب آجائیگی۔ غرضیکہ جس شخص کا اخلاقی اور روحانی اصولوں پر ایمان کامل ہو۔ وہ جرم یا بد اخلاقی کی خارجی تحریک کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے کیونکہ اخلاقی اصولوں کا ہی دوسرا نام قلبی تحریک ہے جنکی وسعت اور طاقت کا انحصار اس کے چال چلن کی مضبوطی پر ہے (یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا ہے)

"پھر قلب غیر عامل کو جو بھی تحریک کیجائے۔ اسکو وہ صحیح تسلیم کر کے اس پر دلائل مترتب کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی وہ اس بات پر جرح نہیں کرتا۔ آیا جو کچھ عامل نے کہا ہے۔ وہ درست بھی ہے یا نہیں۔

قلب غیر عامل ہر بات کو سچ سمجھتا ہے

مسمریزم کے اثر کے نیچے قلب غیر عامل۔ عامل کی ہر ایک بات کو خواہ وہ کیسی ہی لغو۔ یا معمول کے اپنے مشاہدات اور خیالات کے خلاف ہو۔ بغیر حیل و حجت اور شک و شبہ کے مان لیتا ہے۔ اور اسکو صحیح مان کر اسی سے نتائج اخذ کرتا اور اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ مثلاً اگر ایک تعلیم یافتہ شخص پر مسمریزم کے عمل سے نیم خوابی کی حالت طاری کر دیجائے اور اسکو کوئی مسئلہ حل کرنے کیلئے دیدیا جائے۔ تو وہ اس مسئلہ کی صحت کو (قطع نظر اس بات کے کہ بیداری کی حالت میں اسکی رائے اس مسئلہ کے خلاف ہوگی) فوراً تسلیم کرلیگا" یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کی فطرت نیک ہے۔ تبھی تو سب کانشنس مائنڈ (قلب غیر عامل) اپنے پر قیاس کرکے ہر ایک بات کو قبول کر لیتی ہے کہ جھوٹ نہ ہوگی۔

مسمریزم سے مجرموں کا اقبال

"قلب غیر عامل ہمیشہ سچ بات بیان کرتا ہے۔ چنانچہ اس فطری نیکی سے جرائم کے اقبال میں بعض دفعہ امداد لیجاتی ہے۔ عوام الناس کو اس بات کا علم ہے کہ مسمریزم کے عمل کے نیچے معمول ہمیشہ سچ بات بیان کر دیتا ہے۔ اور اسکے راز معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور مقدمات میں اصل حقیقت منکشف ہو سکتی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ قلب غیر عامل میں سچ بات کا مقام سب سے بالا ہے۔ اور اس عمل کے نیچے معمول اکثر دفعہ وہ باتیں بیان کر دیتا ہے۔ جو بیداری کیحالت میں وہ ہرگز نہ بتاتا۔"

نیکی کا بیج ہر شخص کے اندر ہے مگر اسکی نشوونما کیلئے اعلیٰ تربیت کی ضرورت ہے

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو پاک فطرت دی ہے۔ اور نیکی کا بیج اسکے اندر رکھ دیا ہے۔ جو لوگ صحیح تعلیم اچھی تربیت اور نیک صحبت سے اس بیج کی نگہداشت کرتے ہیں۔ انمیں وہ بڑھتا اور نشوونما پاتا ہے۔ اور انکے روز مرہ کے افعال اقوال اور احوال میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ مگر بعض لوگوں میں غلط تربیت اور برے نمونہ کی وجہ سے یہ بیج بڑھتا نہیں (مگر ضائع نہیں ہوتا) اور اسکے ناقص تعلیم اور بری صحبت کے اثرات کے تاریک غلاف چڑھ جاتے ہیں۔ جسکی وجہ سے یہ نیکی کا بیج مفقود معلوم ہوتا ہے مگر وہ درحقیقت بری خارجی اثرات کے ڈھیروں کے نیچے دب جاتا ہے۔ اور اسکی روشنی قلب تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور اگر ان گندے غلافوں کو نیک صحبت وعظ و تلقین۔ دعا اور استغفار سے پھاڑ دیا جائے۔ تو پھر وہ نور اندر سے شعلہ زن ہو جاتا ہے۔ اور نشوونما پاکر انسان کو حیوانیت کے جامہ سے نکال کر نہ صرف انسانیت کا جامہ بلکہ اخلاق اور روحانیت کا سنہری جبہ پہنا دیتا ہے۔

اسلام یہ کہتا ہے کہ ایک انسان خواہ شوخیوں شرارتوں اور بدیوں میں کتنا ہی بڑھ جائے۔ پھر بھی اسکی اصلاح ممکن ہی۔ کیونکہ اسکے اندر نیکی کا بیج موجود ہے۔ جو کسی صورت میں بھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ سخت سے سخت کافر بھی بعض دفعہ ایمان کی خواہش ظاہر کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ (الحجر)

"بچوں پر وعظ و نصیحت کی نسبت نمونہ کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔ کیونکہ وعظ کا اثر قلب عامل پر پڑتا ہی۔ جس سے نقش جلدی مٹ جاتا ہی۔ مگر نمونہ کا اثر قلب غیر عامل پر پڑتا ہے جس کا نقش دائمی ہے۔ والدین بعض دفعہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ انکی نصیحت کا بچے پر اثر کیوں نہیں ہوتا۔ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ یا تو بچے کی صحبت خراب ہوتی ہی یا والدین کا عملی نمونہ انکے سامنے اچھا نہیں ہوتا۔ والدین کی حرکات اور اعمال کا اثر مخفی طور پر دماغ پر ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی پر بچے کے آئندہ چال چلن کا انحصار ہے۔

بچّوں کو افعال کے نتائج کا بہت کم احساس ہوتا ہی بچپن کی بداخلاقیاں عموماً عارضی ہوتی ہیں۔ اور اگر انکو وقت پر روک دیا جائے اور عادت نہ بننے پائے۔ تو اصلاح آسانی سے ہو سکتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچّوں میں اخلاقی فرائض کا احساس شروع شروع میں اتنا ضعیف ہوتا ہے کہ وہ انکو طبعی جذبات کے نامناسب استعمال سے روک نہیں سکتا۔ انکی محدود عقل کو اشیاء کی حقیقت کا بہت محدود علم ہوتا ہے۔ اور انکو افعال کے نتائج کا بالکل علم نہیں ہوتا۔ اسی لئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بدی کو چھپانے سے وہ اس کے نتائج سے محفوظ ہو جائینگے۔ اور اس کا خمیازہ انکو بھگتنا نہیں پڑیگا"

بدعاداتکے چھڑانے کا طریق "بچّوں میں بعض دفعہ بری عادتیں ہوتی ہیں۔ ان عادتوں کے چھڑانے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ انکو عمل مسمریزم سے سُلا دیا جاتا ہی۔ اور قلب غیر عامل میں تحریک پیدا کر کے اس میں اُس بدعادت سے نفرت اور نیکی کی خواہش پیدا کر دیجاتی ہے۔ نیز ان کے نتائج کا احساس اسکے قلب میں پیدا کر دیا جاتا ہے۔ پس اس طرح وہ عادت جسکے افعال پہلے بلا ارادہ اور بغیر احساس کے سرزد ہوتے تھے اب ان میں ارادہ اور احساس کی طاقت پیدا کر دیجاتی ہی۔ یعنی پہلے وہ قلب غیر عامل کے ماتحت تھے اور اب قلب عامل کے سپرد کر دئے جاتے ہیں۔ جس سبب اسکے دل میں اُس عادت کی مضرت کا احساس ہو جاتا ہی۔ اور اسمیں آہستہ آہستہ جذبات پر قابو رکھنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہی۔ عمل مسمریزم سے بعض دماغی قویٰ کو ضعف پہنچنے کا احتمال ہے۔ مگر شریعت نے جو طریق اخلاق کی اصلاح کا بتایا ہے۔ وہ زیادہ مؤثر اور بےضرر ہے۔ یہ دونو طریق ایک ہی اصل کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ عام اخلاقی تربیت میں بھی قلب غیر عامل پر تحریک ہوتی رہتی ہے۔ اور نیکی کا احساس پیدا کیا جاتا ہے"

نیکی کا بیج روح کے اندر رحم مادر میں رکھا جاتا ہے "یاد رکھو کہ عمل مسمریزم یا اخلاقی تربیت نیکی باہر سے لا کر دماغ میں داخل نہیں کرتے بلکہ یہ شروع سے ہی ہر انسان میں موجود ہوتی ہے۔ اور اسکا خمیر روح کے اندر پیدائش سے قبل رکھا جاتا ہے۔ اخلاقی تربیت اور مسمریزم کا کام صرف یہ ہے کہ انسان کے دل میں بدی سے نفرت اور نیکی کا احساس پیدا کر دے اور اسکے قلب میں نیکی خواہش پیدا ہو جائے۔ اور اسکی قوت ارادی کو مضبوط کر دے۔ تاکہ وہ نیکی کا بیج بڑھنا شروع ہو جائے۔ اور بدی کے خلاف پھاڑ کر ظاہری اعمال میں بھی اسکا ظہور ہونا شروع ہو جائے۔ گو اعلیٰ تربیت نیکی کو اپنے پاس سے ڈال نہیں سکتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ پاک فطرت پر سے ظلمت اور تاریکی کو دور کر سکتی ہے"

گناہوں کا منبع جو ناقص تربیت۔ بری صحبت۔ جہالت۔ غلط تعلیم۔ حرام غذا۔ قوت موازنہ کی کمی۔ اور بعض بیماریوں کی وجہ سے اس پر چھائی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ہالینڈر اس امر کے ثبوت میں کہ انسان کی فطرت پاک ہے۔ مفصلہ ذیل مثالیں پیش کرتے ہیں:۔

فطرتی نیکی کے ثبوت میں دو مثالیں ۱۔ ایک لڑکی جسکی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ اسکے عادات و خصائل عجیب تھے۔ مزاج چڑچڑا۔ دروغگوئی شیوہ۔ چوری کی عادت۔ بچوں کو تنگ کرنا اور مارنا یہ سب عیوب اس میں پائے جاتے تھے۔ اسکی جسمانی صحت اور قوائے عقلیہ درست تھے صرف اخلاقی قوی میں نقص تھا۔ حفظان صحت اور طبی علاج کے علاوہ مسمریزم کا علاج بھی تجویز کیا گیا۔ نیند کی حالت میں اس لڑکی نے اپنے بد افعال کا اقبال کر لیا۔ اور جب دلائل سے اسکو یہ جتلایا گیا کہ یہ کام برے ہیں۔ تو اس نے ندامت کا اظہار بھی کیا۔ بعد میں اس نے نیند کی حالت میں ہی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش بھی ظاہر کی۔ چنانچہ اسکی خواہش کے مطابق یہ سب انتظام کر دیا گیا۔ اور بعد میں بھی ان بدعادات کی طرف میلان کو روکنے کے لئے یہ تحریک جاری رکھی گئی۔ اور اسکو اچھی طرح انکا احساس کرا دیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی یہ بدعادات دور ہو گئیں۔

۲۔ ایک لڑکا جسکی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ بہت نافرمان بے ادب جھگڑالو۔ اور ضدی تھا۔ جب سرزنش کیجاتی تو خاموش رہتا مگر اکثر اوقات بکواس کرنی شروع کر دیتا۔ اگرچہ اسکی عمر بہت چھوٹی تھی۔ مگر اسمیں یہ بدعادات تھیں اور وہ دوسرے بچوں کو بھی خراب کر رہا تھا۔ اسمیں کوئی جسمانی نقص نہ تھا۔ صرف یہ اخلاقی کمزوریاں تھیں۔ مسمریزم کا عمل کیا گیا۔ اور نیم خوابی کی حالت میں اسکو ان بدعادات کا انجام بتایا گیا۔ اور نیکی کا احساس اسکے اندر پیدا کیا گیا۔ اور اسکے بعد بھی اس تحریک کو جاری رکھا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک با اخلاق۔ فرمانبردار۔ اور محنتی لڑکا بن گیا۔ اور پڑھائی پھر شروع کر دی۔

یہ سب مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ انسان کی فطرت میں بدی نہیں۔ اور وہ گناہ کو ورثہ میں لیکر نہیں آتا۔

صرف خارجی اثرات کی وجہ سے یہ فطری نیکی بعض دفعہ مخفی رہتی ہے۔ اور روزمرہ کے افعال میں کم ظاہر ہوتی ہے اگر مان لیا جائے۔ کہ انسان نے ورثہ میں گناہ نہیں لیا۔ اور اسکو احسن تقویم پر بنایا گیا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہ پیدا کس طرح ہوتا ہے۔ اس سوال کا جواب مجمل طور پر اس مضمون میں دیا گیا ہے مگر چونکہ مضمون لمبا ہو گیا ہے۔ اس لئے اس تفصیلی جواب کو پھر کسی موقع پر احباب کی خدمت میں پیش کرونگا وباللہ التوفیق ٭

اللہ تعالیٰ میرے بھائیوں کو اس مضمون سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ اور عاجز کو انکی خدمت کرنیکے قابل بنائے۔ آمین۔ والسلام ٭

صداقت حضرت مسیح موعودؑ از روئے بائبل

تجربہ شاہد ہے کہ دنیا نے ہر نبی کی مخالفت اور معاندت کی۔ خدا کا جلال سینا پر چمکا۔ وہ شعیر سے آیا اور فاران کی وادیوں میں جلوہ فگن ہوا۔ مگر اہل دنیا نے ہر مرتبہ اسکو جھٹلایا۔ کیونکہ وہ اپنے خیال میں کچھ اور ہی تصور باندھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ عیسائی دوستوں کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مسیحؑ کی آمد اول پر یہود کس طرح سیخ پا ہو رہے تھے کیونکہ وہ آپکو الٰہی بشارات کے خلاف سمجھتے تھے وہ مسیحؑ سے پیشتر ایلیا نبی کی آمد ثانی کے منتظر تھے کیونکہ لکھا تھا۔

"اور ایلیا بگولے میں ہوکے آسمان پر جاتا رہا" ۲ سلاطین ۲/۱۱

"دیکھو خداوند کے ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمھارے پاس بھیجونگا" ملاکی ۴/۵

مگر حضرت مسیحؑ نے انکے اس خیال کی تردید فرماتے ہوئے حضرت یحییٰؑ کے متعلق فرمایا:۔

"اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے" متی ۱۱/۱۴

گو یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ حضرت یحییٰؑ کو ایلیاہ ہونے سے انکار ہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

"انہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے اس (حضرت یحییٰؑ) نے کہا میں نہیں ہوں" یوحنا ۱/۲۱

بہرحال حضرت مسیحؑ نے ایلیاہ کے آسمان سے بجسدہ تشریف لانیکا انکار کرتے ہوئے ایلیاہ کی آمد ثانی کا مصداق حضرت یحییٰؑ کو قرار دیا جو کہ انکی خو بو پر آئے تھے۔ یہود کا بائبل کی آیات کے مطابق اعتقاد اور حضرت مسیحؑ کا فیصلہ انکی آمد ثانی کے متعلق ایک حق پرست کیلئے خضر راہ ہے۔ اے کاش کہ ہمارے عیسائی بھائی سوچیں۔ اور آنیوالے "مسیح موعودؑ" کے لئے آسمان کی راہ نہ تکیں۔ ورنہ یہود کا عذر حق بجانب ہوگا ضرور تھا۔ کہ دنیا اسکی وقت کو شناخت نہ کرے اور دنیا کے خیال کے خلاف اسکی آمد ہو کیونکہ لکھا تھا:۔

"جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہوگا ابن آدم آجائیگا" لوقا ۱۲/۴۰

"جیسے بجلی پورب سے کوندھ کر پچھم تک کھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا" متی ۲۴/۲۷

پس بھائیو! میں آپکو بشارت دیتا ہوں کہ آنیوالا "موعود ادیان" پورب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں ظاہر ہوا مبارک ہیں وے جو خدا کے پیارے کو قبول کریں اور یہودیانہ روش سے اسکی تحقیر نہ کریں اس نے ہزارہا نشانات اور دلائل سے اپنی صداقت کو ثابت کیا۔ تمام کتب مقدسہ آپکی راستبازی کی گواہ ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم بائیبل کے مقرر کردہ معیار صادقین سے آپکی سچائی بیان کرتے ہیں:۔

(معیار اوّل)

پہلا معیار یہ ہے۔ کہ مدعی نبوت کی زندگی بے لوث اور پاکیزہ ہونی چاہیئے چنانچہ خود حضرت مسیح فرماتے ہیں:

"تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے؟ اگر میں سچ بولتا ہوں تو میرا یقین کیوں نہیں کرتے" یوحنا ۸/۴۶

آؤ بھائیو! ہم اسی معیار سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو معلوم کریں۔ حضرت مرزا صاحب دنیا بھر کو چیلنج دیتے ہیں:۔

"تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے" (تذکرۃ الشہادتین صہ ۶۲)

اس تحدی پر آپکے مخالف آریہ عیسائی اور غیر احمدی ساکت ہوگئے بلکہ آپکے مخالفوں نے آپ کی تقویٰ شعاری اور راستبازی کی گواہی دی ملاحظہ ہو اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۹ مرتبہ مولوی محمد حسین بٹالوی

(معیار ثانی)

خدا تعالیٰ کا ازلی قانون ہے۔ کہ مفتری اور کاذب مدعی نبوت کو قتل کیا جائیگا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"اور وہ (جھوٹا) نبی یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائیگا" استثنا ۱۳/۵

"وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا ..... تو وہ نبی قتل کیا جاوے" استثنا ۱۸/۲۰

چند جھوٹے انبیاء کا ذکر کرکے فرمایا:۔

"یہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک کیئے جائینگے" یرمیاہ ۱۴/۱۵

اب اگر خدا تعالیٰ کی نظر میں حضرت مرزا صاحب کاذب تھے۔ تو اس قانون کے ماتحت ان کا قتل ہونا لابدی تھا

حالانکہ آپ نے دُعا بھی کی سے گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر ٭ گر تو دیدستی کہ ہستم بدگہر ٭ پارہ پارہ کُن من بدکار را ٭ شاد کُن ایں زمرۂ اغیار را

:۔(معیارِ ثالث):۔

یہ ایک کُھلی صداقت ہے کہ سے کبھی نُصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو ٭ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے پاک بندوں کو-

چنانچہ ایک کاذب نبی کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے :۔

"دیکھو مَیں نخلامی سمعیاہ کو اور اسکی نسل کو سزا دونگا- اس کا کوئی آدمی نہ رہیگا جو اس قوم کے درمیان بسے اور وہ ہرگز ان نیکیوں کو جو مَیں اپنی قوم سے کرونگا نہ دیکھیگا" یرمیاہ ۲۹/۳۲

اب غور طلب صرف یہ امر ہے- کہ آیا حضرت مرزا صاحبؑ کی نصرت ہوئی ؟ اور آپکے ماننے والے دنیا میں پھیلے ؟ تو یہ صاف ظاہر ہے- "عیاں را چہ بیان" آپ اکیلے اُٹھے- لکھوکھا انسان اکناف عالم میں آپکو ماننے والے ہیں اور وہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں- حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کاذب ہونیکی صورت میں آپ نے کہا تھا سے

آتش افشاں بر در و دیوارِ من ٭ دشمنم باش و تبہ کن کارِ من

:۔(معیارِ رابع):۔

ہمیشہ سے غلبہ خدا کے راستباز انبیاء کے لئے ہی مقدر ہوتا ہے اور انکی صداقت کی زبردست دلیل ہوتی ہے اسی لئے حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں :۔ "مَیں دنیا پر غالب آیا ہوں" یوحنا ۱۶/۳۳ اور پھر لکھا ہے :۔

"اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کر سکوگے" اعمال ۵/۳۹

حضرت مسیح موعودؑ بھی دنیا پر غالب آئے- دعا کے مقابلہ میں- دلائل کے لحاظ سے- اپنی سچائی کے منوانے میں غرض ہر طرح سے آپؑ غالب اور آپکے دشمن مغلوب ہوئے- اور یہ آپکی صداقت پر بیّن دلیل ہے- اگر کسی عیسائی دوست کو آپکے اس غلبہ کے ماننے میں انکار ہو- تو ہم چیلنج دیتے ہیں- کہ وہ حضرت یسوع مسیحؑ کا کسی رنگ کا غلبہ بتائیں ہم اس سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحبؑ کا غلبہ ثابت کر دینگے انشاء اللہ تعالیٰ-

:۔(معیارِ خامس):۔

حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں :۔ "جو کام مَیں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں" یوحنا ۱۰/۲۵

اور پولوس نے بھی "اعمال ۲/۲۲" میں مسیح علیہ السلام کے معجزات کو آپکی صداقت کی دلیل بتایا ہے- سو اگر یہ معیار صحیح ہے- تو حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت اظہر من الشمس ہے کیونکہ آپ نے بھی ہزارہا معجزات دکھلائے- بلکہ آپکے نشان ہر رنگ میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بڑھ کر تھے ع کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے-

پنڈت لیکھرام- ڈوئی چراغ الدین جمونی- عبد الکریم- خانصاحب عبد الرحیم خاں وغیرہ اشخاص اس اعجاز کا مجسم ثبوت ہیں-

(معیار سادس):

سچے اور جھوٹے انبیاء میں مابہ الامتیاز کے طور پر فرمایا:-

"تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے۔ واقع نہ ہو۔ یا پورا نہ ہو۔ تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔" استثناء ۱۸/۲۲

لیکن یہ ظاہر و باہر بات ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی ہزارہا پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہوئیں۔ آپ نے کہا۔ "یاتیک من کل فج عمیق ویاتون من کل فج عمیق" کہ دنیا دور دور سے گہرے رستوں سے میرے پاس آئیگی۔ جس کا نمونہ دیکھنا ہو۔ تو ایک دفعہ قادیان آؤ۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے بتایا:-

I will give you a Large party of Islam.

چنانچہ جماعت احمدیہ اس کا زندہ ثبوت ہے۔ الغرض آپؑ کی پیشگوئیاں آپ کی صداقت کی زبردست دلیل ہیں۔ اور یہ کہنا بیجا نہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ کی پیشگوئیوں سے آپکی پیشگوئیاں نہایت بڑھ چڑھ کر ہیں۔

(معیار سابع):

حضرت مسیحؑ نے فرمایا:-

"درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ جھاڑیوں سے انجیر نہیں توڑتے اور نہ جھڑبیری سے انگور۔" لوقا ۶/۴۴

پس ہمارے عیسائی بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی جماعت کو دیکھ کر آپؑ کو پرکھیں۔ اور انجیل کی رو سے ایک عیسائی کو مومن ثابت کر کے جماعت احمدیہ کے مقابلہ پر پیش کریں۔ تاکہ ہر درخت کے پھل کی حقیقت سے درخت کی اصلیت کھل جاوے۔

بالآخر ان سات معیاروں کو پیش کرتے ہوئے میں عیسائی دوستوں سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ یہودیوں کے عبرتناک انجام سے سبق حاصل کرتے ہوئے اس آنیوالے "مسیحؑ" کو صدق دل سے قبول کرینگے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ❊

انجمن تحمیدیہ خدام الاسلام ہمیں یہ معلوم کر کے بہت خوشی حاصل ہوئی ہے کہ مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری نے ایک تبلیغی انجمن کی بنا ڈالی ہے جس کے ستر ممبر ہو بھی چکے ہیں۔ اس انجمن کا اہم مقصد یہ ہو کہ بذریعہ ٹریکٹوں کے تبلیغ سلسلہ احمدیہ کی جائے چنانچہ اس خصوص میں آٹھ ٹریکٹ شائع بھی ہو چکے ہیں جو نہایت مفید علمی باتوں اور نادر حوالوں پر مشتمل ہیں۔ احباب کرام سے امید کیجاتی ہے کہ وہ اس انجمن کے ممبر بنکر اپنے تبلیغی فرض سے سبکدوش ہونگے چندہ ماہوار صرف ۲ ہے اور ایک روپیہ داخلہ ٹریکٹ ۲۰ عدد ہر ممبر کو مفت ماہوار بھیجے جاتے ہیں۔ خط و کتابت سکرٹری انجمن خدام الاسلام قادیان کے نام ہو۔

پاکوں کے سردار پر مستشرقین یورپ کے ناروا حملے

جنگ میں بزدلی کا الزام وہ خدا کا جری پہلوان جسکی شجاعت و بسالت کا نمونہ دنیا کا کوئی فرزند قیامت تک نہیں دکھا سکتا جس نے جنگ حنین میں ایسے نازک موقعہ پر جبکہ فوج اسلام میں بے ترتیبی پڑ گئی۔ اکیلے رہ جانیکے باوجود یہ بے نظیر کارنامہ دکھایا کہ انا النبی ولا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ اس ذات ستودہ صفات کی نسبت پروفیسر مارگولی ایتھ اپنی تصنیف محمدؐ و ترقی اسلام کے صفحہ ۲۵۹ پر لکھتے ہیں:۔

"خون کا پہلا قطرہ گرا ہی تھا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے عریشے میں واپس چلا آیا اور غش کھا کر گر پڑا۔ جب ذرا سنبھلا تو دعا کرنے لگ گیا تاکہ وہ یہ دکھائے کہ کچھ نہیں ہوا وہ بالکل ہوش میں تھا۔"

یہ الفاظ اس پاکوں کے سردار بہادروں کے بہادر کی شان میں جسقدر گستاخانہ اور آپکے لاکھوں کروڑوں پیرؤں کے لئے جسقدر دل آزار ہیں وہ تو ظاہر ہی ہے تاہم مارگولی ایتھ جیسے متعصب سے بعید نہیں البتہ ستم پروری یہ ہے کہ اسے واقدی (ایک اسلامی مورخ) کی طرف منسوب کیا ہے۔ واقدی کی نسبت محققین اسلام منقدین ملت خیر الانام کی جو رائے ہے (مثلاً امام شافعی کا قول کتب الواقدی کلھا کذب واقدی کی سب نوشتے جھوٹ) وہ تو معلوم ہی ہے مگر ہم واقدی کی اصل تحریر نقل کرتے ہیں تا پروفیسر کا افتراء محض معلوم ہو۔

"ثم دعا عتبۃ الی المبارزۃ ورسول اللہ صلعم فی العریش واصحابہ علی صفوفھم فاضطجع فغشیہ نوم غلبہ وقال لا تقاتلوا حتی اوذنکم وان اکثبوکم فارموھم ولا تسلوا السیوف حتی یغشوکم قال ابو بکر یا رسول اللہ قد دنا القوم وقد نالوا منا فاستیقظ رسول اللہ صلعم الخ"

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ عتبہ نے مسلمانوں سے مبارزہ طلب کیا۔ رسول اللہ صلعم اپنے عریشہ میں تھے۔ اور اصحاب کرام اپنی اپنی صفوں میں آپ لیٹ گئے آپ پر نیند چھا گئی جو آپ پر غالب آ گئی فرمایا۔ اسوقت نہ لڑو جبتک میں تمہیں اجازت نہ دوں اور اگر وہ تمہارے نزدیک آجائیں تو انہیں تیر مارو۔ اور تلوار اسوقت تک نہ کھینچو جب تک کہ وہ تم پر پل نہ پڑیں۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا کافر بہت قریب آ گئے۔ اور انہوں نے ہمیں پالیا۔ پھر رسول اللہؐ بیدار ہوئے۔ وھو دافع یدیہ یناشد ربہ ما وعدہ من النصر۔ آپ نے دونو ہاتھ اٹھائے

اپنے ربّ سے نصرت مانگنے لگ گئے جس کا وعدہ ہو چکا تھا"!

واقدی کے الفاظ دیکھئے۔ اور پروفیسر صاحب کا کمال افتراء ملاحظہ ہو۔ فوجوں کے آمنے سامنے ہونے کو خون کا قطرہ قرار دے لیا۔ پھر رسول اللہؐ کا اطمینان قلب حوصلہ اور کفار کے ہجوم سے بے پروائی۔ سکون خاطر ملاحظہ ہو کہ آپ عین میدان جنگ میں جب کہ مبارزہ طلب ہو رہا ہے آرام فرما رہے ہیں۔ اور پروفیسر صاحب اسے کمال صفائی سے بزدلی اور ڈرنا بنا رہے ہیں۔ ذرا اس دل گردے کو اس عزم و ثبات کو اس اطمینان و سکون کو تو ملاحظہ فرمائیے کہ ایسے نازک و خطرے کے وقت میں جبکہ ایک مٹھی بھر جماعت کا اتنے بڑے لشکر سے مقابلہ ہے۔ آپؐ آرام فرما ہیں اور پھر نیند آ گئی ہے۔ کیا کوئی شخص ایسے سخت خطرے اور فکر کے وقت سو سکتا ہے۔ ایسے وقت میں تو نیند بالکل کافور ہو جاتی ہے۔ یہ نیند آنا میرے خیال میں اتنا بڑا نشان شجاعت ہے کہ دنیا کے بہادر تعجب کریں۔ اور پروفیسر صاحب ہیں۔ کہ اسکے قائل تو ہونگے اپنی جہالت محض اور تعصب شدید سے غشیہ کے معنی بجائے چھا جانے کے غش کھا کر گر پڑے کر دیئے ہیں حالانکہ فغشیہ نوم عام محاورہ ہے اور قرآن مجید میں دو دیگر مقام پر صحابہ کرامؓ کے لئے بھی میدان جنگ میں نیند کو ایک نعمت قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ اذ یغشیکم النعاس امنةً منه (سورہ انفال)

بُت پرستی کا الزام

توحید کے واحد علم بردار۔ سچے اور اکیلے خدا کے پرستار پر یہ الزام ناروا بھی مستشرقین یورپ ہی کی ایجاد بندہ (اگرچہ گندہ) ہے۔ کہ آپ نے کسی زمانے میں بُت پرستی کی۔ اور سوتے نہ تھے جب تک ایک بُت کی پرستش نہ کر لیتے۔ یہ افتراء ناروا۔ اس پاک ذات کے بارے میں ہے جس نے مشرک دنیا کو توحید کا سبق دیا اور جس نے لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا کلمہ اپنے کئی کروڑ پیرووں کی زبان پر جاری کرایا۔ جس نے اعلائے کلمۃ الحق کیا کہ عرب میں بُت پرستی سے شیطان مایوس ہو گیا۔ اسپر الزام دینے والا کون ہے۔ جو خود توحید کی حقیقت سے ناآشنا۔ ایک میں تین اور تین میں ایک ماننے والا۔ پروفیسر مارگولی ایتھ جو اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر لکھتا ہے:۔

"محمد خدیجہ کے ساتھ ہر رات سونے سے پہلے اپنے ایک گھریلو بُت کی عبادت و تعظیم کیا کرتے تھے"

دیدہ دلیری دیکھئے کہ اسکے لئے مسند جلد چہارم کا حوالہ دیا ہے۔ گویا یہ بات جو انہوں نے حوالہ قلم کی ہے تو بڑی تحقیق سے مسلمہ اسلامی روایات کی بناء پر۔ حالانکہ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حدثنی جار لخدیجة بنت خویلد انه سمع النبی وھو یقول لخدیجة ای خدیجة واللہ لا اعبد اللات والعزی واللہ لا اعبد ابداً قال تقول خدیجة خل اللات خل العزی قال کانت صنمهم التی کانوا یعبدون ثم یضطجعون۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک ہمسایہ کی روایت ہے کہ انہوں نے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہؓ سے فرما رہے تھے اے خدیجہؓ واللہ میں لات وعزیٰ کی پرستش کبھی نہیں کرونگا۔ حضرت خدیجہؓ کہتیں کہ دفع وفان کیجئے لات وعزیٰ کو یعنی ان نگوڑوں کا ذکر ہی کیا کرنا۔ جانے دیجئے ان کا ذکر بھی نہ فرمایئے۔ راوی کہتا ہے یہ ان مشرکین عرب کا صنم تھا جس کی وہ پوجا کر لیتے پھر بستر خواب پر جاتے تھے۔

اب ملاحظہ فرمایئے بات کیا ہے۔ اور پروفیسر مارگولی کیا سمجھے یا وہ لوگوں کو کس مغالطہ میں ڈال رہے ہیں۔ یہ حدیث تو دلیل بیّنہ ہے اسپر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتوں سے کسقدر نفرت رکھتے تھے۔ اور بتایا یہ جا رہا ہے کہ آپ کسی دیوی کے پرستار تھے حالانکہ راوی نے یہ مشرکین عرب کا وطیرہ بیان کیا ہے۔ اور پھر دکھایا کہ بُت پرستی سے نبی کریمؐ اور آپکے اہل ایسے سخت متنفر تھے کہ نام تک سُننا بھی گوارا نہ تھا۔

شراب نوشی کا الزام کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ شراب پی۔ یہ اس مقدس کی نسبت کلمۂ فسق بولا جاتا ہے۔ جو دنیا میں ایک ہی ذات بابرکات ہے جس نے شراب نوشی کا قلع قمع کیا جس کا راہم سے بڑی بڑی سلطنتیں عاجز آ رہی ہیں۔ آپکے ایک ہی کلمہ سے چشم زدن میں ہو گیا۔ اور اب وہ لوگ جنکے پیشوا کی صداقت کا ثبوت ہی شراب بنا کر پلانا ہے۔ اعتراض اٹھا رہے ہیں اور ایک ایسی روایت پیش کرتے ہیں جو اوّل تو کسی مستند حدیث کی کتاب میں ملتی ہی نہیں۔ دوم اسکے لغوی معنی چھوڑے جاتے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔ انّ النبی صلی اللہ اتی بجبر فضیخ نیش وھو فی مسجد الفضیخ فشربہ۔ نبی کریمؐ کے حضور ایک ٹھلیا فضیخ کی لائی گئی جو سنسنا رہی تھی۔ فضیخ کے معنی ایک عیسائی لُغت کی کتاب منجد سے پیش کرتا ہوں۔

عصیر العنب۔ شراب یتخذ من التمر۔ لبن مزج بہ ماء کثیر فصار رقیقا۔ (صفحہ ۱۵۱) یعنی انگوروں کا نچوڑ۔ کھجوروں سے بنایا ہوا شربت (واضح ہو کہ عربی میں شراب پینے کی چیز کو کہتے ہیں۔ ہر زبان کا محاورہ اور اصطلاح لیجاتی ہے نہ کہ ہندوستانی اصطلاح) دودھ جسمیں بہت سا پانی ملایا گیا ہو کچی لسّی۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے عام حالات آپکے تقدس۔ نشہ کے خلاف آپکی تہدیدی کارفرمائیاں انکا حیرت انگیز اثر مدِّنظر رکھتے ہوئے ایک لفظ جسکے کئی معنی ہیں وہی معنی لینے پڑینگے جو مناسب حال ہوں۔ یہی شریف انصاف پسند کمیونٹی کا دستور العمل ہے۔ پس تازہ تازہ دودھ دوہ کر اسمیں پانی ملایا جائے۔ تو وہ سنسناتا ہوا ہی ہوگا۔ پھر انگوروں کو نچوڑ کر انکا تازہ تازہ رس بھی مسکر نہیں نہ حرام ہے بلکہ بہت مفید اور پاکیزہ ہے اور کھجوروں کو بھگو دیا جائے تو وہ تو ایک شربت ہے اسے شراب نشہ آور کہنا بیوقوفی ہے پس لفظ کے تینوں معنوں کے رُو سے کوئی اعتراض نہیں۔

خود صاحب منجد نے لکھا ہے الفضیخ الشراب یسکر شاربہ یعنی ایسا شراب جسکا پینے والا مست ہو جائے۔ گویا شراب مسکر کو فضیخ کہتے ہیں نہ کہ فضیخ۔ یہ سب تقریر ہماری اثبات روایت پر ہے اور یہاں تو روایت ہی نامعتبر ہے۔

دُنیا کا امن

لوکارنو عہد نامہ۔ اور دنیا کا قدم اسلام کی طرف

{ حضرت امام جماعت احمدیہ کا یہ مضمون اُردو سے انگریزی میں ترجمہ ہو کر ریویو آف ریلیجنز لنڈن میں چھپا ہے جسکا یہ ترجمہ ہے۔ اگر اصل مسودہ مل جاتا تو بہت ہی اچھی بات تھی۔ کیونکہ اصل الفاظ میں ایک خاص زور اور روح ہوتی ہے تاہم افادۂ ناظرین کیلئے یہ ترجمہ بھی ایک حد تک وہی کام دیجائیگا۔ (ایڈیٹر) }

اب پورا ایک سال ہوتا ہے۔ جبکہ میں انگلستان سے واپس آیا مگر میرے اس مختصر قیام میں اہل انگلستان جس حُسن سلوک سے مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے پیش آئے اور پریس جس خاص دلچسپی سے میری طرف متوجہ ہوا۔ ابھی تک اسکی یاد میرے دل میں تازہ ہے۔ میں انگلستان اور اسکے باشندوں کے لئے محبت بھرا دل لیکر گیا تھا اور میں نے اپنی واپسی پر دیکھا کہ میری محبت اور ہمدردی کے جذبات اور بھی بڑھ گئے۔

یہ درست ہے۔ کہ مغربی ممالک میں مذہب کے متعلق عام طور پر بے توجہی پائی جاتی ہے جسکی وجہ انکی مادی ترقی ہے۔ انگلستان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ یہ بے توجہی انگلستان میں بھی پائی جاتی ہے۔ مجھے اس امر کا پہلے ہی خوب احساس تھا۔ اور جب میں گذشتہ سال وہاں سے ہو کر واپس آیا۔ تو اسکی روحانی بہبودی کے لئے میرا احساس اور بھی بڑھ گیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگرچہ انگلستان کے باشندوں میں بظاہر مذہب سے بے توجہگی پائی جاتی ہے لیکن انکے دلوں کے اندر مذہب کے ساتھ لگاؤ کا ایک مخفی بیج موجود ہے۔ اور جہاں تک میں نے انگریزی دماغ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ان مختلف اثرات پر توجہ کی ہے جو اسکا ماحول ہیں۔ میں اس یقین پر پہنچا ہوں۔ کہ اس لامذہبی کے نیچے جو اسوقت انکے دماغوں پر چھائی ہوئی ہے۔ ایک شدید کشش مذہب کے لئے انکے اندر موجود ہے اور انکے دل مذہب کی عزت اور محبت سے بالکل کورے نہیں اسوجہ سے میرا دل اس یقین سے بھر گیا کہ انگلستان روحانی علاج کی حد سے باہر نہیں اگرچہ بیماری نہایت نازک حد کو پہنچ چکی ہے لیکن پھر بھی شفا کی امید ہے۔ ضرورت ہے تو صرف اس بات کی کہ استقلال اور ہمدردی کے ساتھ علاج کی طرف توجہ کیجائے اور اگر خدا چاہے۔ تو اصلاح ہو سکتی ہے۔ تب پھر گم شدہ بھیڑیں اپنے چرواہے کے پاس آکر دوبارہ اپنے آقا کے (باڑہ) میں داخل ہو جائینگی۔ اور فضول خرچ بیٹا اپنے باپ کے پاس واپس آجائیگا۔ اور وہ دیکھیگا کہ اسکا باپ اس کے گناہوں کی تلافی کے لئے کسی جانور کی قربانی کا مطالبہ نہیں کریگا۔ بلکہ عیسائیت کی تعلیم کے برعکس لیکن اسلامی تعلیم کے مطابق جس سے کہ قدیم عیسائیت بھی اتفاق رکھتی تھی۔ اس کا باپ صرف اس قربانی کو کافی سمجھیگا کہ وہ اپنی پہلی حالت پر نہ دل سے پشیمان ہوا ہے۔ اور اس کا باپ اس

سکے لئے ایک موٹا تر و تازہ پیدا کر دیگا وہ دن ایسے ہونگے جبکہ تمام مشرق و مغرب کی تفاوت مٹ جاویگی اور تمام کے تمام ایک خدا کے خادم ہو جاوینگے۔ اہل مشرق مغرب کو اپنا وطن سمجھینگے۔ اور اہل مغرب مشرق کو اپنا گھر خیال کرینگے۔ سب کے سب حضرت مسیح موعودؑ کے جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہونگے جو کہ دنیا کی نجات کیلئے دوبارہ مبعوث کیا گیا ہے۔ اور وہ سب اس (رفیع الدرجات) نبیوں کے سردارؐ کے حضور حاضر ہو جاوینگے جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کے سب سے بہتر اور اتم مظہر ہیں۔ تب پھر دنیا بیک آواز پکار اُٹھیگی کہ اے خدا جس طرح تیری بادشاہت آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو۔

میں صاف صاف دیکھ رہا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقصد کو پورا کرنیکے لئے نشان پر نشان ظاہر کر رہا ہے۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے نئے سے نئے ذرائع پیدا کر رہا ہے۔ گو زبان عیسائیت کی تعریف میں گیت گا رہی ہے۔ لیکن دل اسلام کی طرف کھچے جا رہے ہیں۔ طلاق کا مسئلہ اسلام کے مطابق حل ہو رہا ہے۔ کثرت ازدواج کے متعلق اعتراضات کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ عورتوں کو حقوق اسلامی تعلیم کے مطابق دیئے جا رہے ہیں شراب نوشی کے خلاف سخت جنگ ہو رہی ہے۔ اس طرح بہت سے دیگر متفرق مسائل ہیں جو اسلامی تعلیم کی روشنی میں حل ہو رہے ہیں۔

اگرچہ اسلامی تعلیم کی خوبصورتی اور اس کی فضیلت کا کھلے طور پر اقرار نہیں کیا گیا کیونکہ دیرینہ عادتیں جلدی دور نہیں ہو سکتیں۔ لیکن آئے دن کی تبدیلیاں ثابت کر رہی ہیں۔ کہ دنیا بلا ارادہ اور بلا مرضی از خود اسلام کی طرف آ رہی ہے۔

لیکن اس وقت جس امر کی طرف میں اہل مغرب کی توجہ کو پھیرنا چاہتا ہوں وہ لوکارنو کا عہدنامہ ہے۔ اب تک یورپ اپنے تمدنی معاملات میں تو اسلامی تعلیم کی پیروی کر رہا ہے۔ لیکن اپنے موجودہ عروج کی وجہ سے اس کا خیال رہا ہے کہ سیاست کے معاملہ میں وہ کسی دیگر جگہ سے ہدایت حاصل کرنیکا محتاج نہیں۔ لیکن لوکارنو کے عہدنامہ سے یورپ نے عملاً ثبوت دیا ہے۔ کہ اسلام نہ صرف سیاست میں بلکہ تعلقات بین الاقوام میں بھی بہترین ہدایت کر سکتا ہے۔ اور اسکی تعلیم کا مرزن ہوئے بغیر کوئی کامیابی ممکن نہیں۔

پچھلے سال جبکہ میں انگلستان میں تھا تو لیگ آف نیشنز کی مذہبی شاخ کے دو نمایندے مجھے ملنے کے لئے آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ چونکہ میں ایک بہت بڑی جماعت کا امام ہوں میں انکے ذریعے ہندوستان میں لیگ کی شاخیں قائم کروں۔ اور جو لوگ یہ کام کر رہے ہیں انکی مدد کروں میں نے انکو کہا۔ کہ اگرچہ لیگ ابھی تک اس اندازہ پر نہیں پہنچی کہ وہ تمام دنیا میں امن و سکون قائم کر سکے۔ تاہم چونکہ یہ قدم صحیح راہ کی طرف اُٹھایا گیا ہے۔ اسلئے میں ہر ممکن مدد انکو دونگا۔

میں نے انکو یہ بھی بتلایا کہ اسلام نے چند ایسے اصول بتلائے ہیں جن پر لیگ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے ان اصولوں کی بنا پر جب دو ایسی قومیں یا جو کہ لیگ کی ممبر ہوں۔ آپسمیں جنگ کا اعلان کریں۔ تو باقی دوسری قومیں بحیثیت ثالث دونو برسرِ پیکار گروہوں کے مقدمہ کو سُنیں اور انکے باہمی اختلاف کو دُور کرنیکی تجویز سوچیں۔ اگر ان دو گروہوں میں سے کوئی ایک لیگ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کرے تو باقی سب کی سب قومیں ملکر اسکے خلاف جنگ کریں۔ حتیٰ کہ وہ لیگ کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہو جائے اور اپنے مخالف گروہ کے حق پر تعدی کرنے سے باز آجائے۔ اور جب لڑائی ختم ہو جائے تو فاتح اپنے کینہ پروری کی خاطر یا اپنی فتح سے فائدہ اُٹھانیکی خاطر مفتوح پر زائد مالی بوجھ نہ ڈالیں۔ اور ناقابلِ برداشت مطالبات نہ کریں جس سے لڑائی کی بنیاد اور بھی مستحکم اور مضبوط ہو جائے۔

انہوں نے یہ سُنکر اس سکیم کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار کیا لیکن کہا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ لیگ ان اصولوں پر چلائی جائے کیونکہ باہمی بدظنیاں ابھی تک دُور نہیں ہوئیں۔ اور نیز بعض بڑی طاقتیں ابھی تک ممبر نہیں ہوئیں۔

مندرجہ بالا سکیم میں نے اپنی کتاب احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں بیان کر دی ہے۔ جو دراصل کانفرنس مذاہب لنڈن کے لئے لکھی گئی تھی اس میں میں نے ثابت کیا ہے کہ صرف انہی اصولوں پر قائم کی ہوئی لیگ دنیا کی صلح کرا سکتی ہے میں یہ خاص آسمانی نشان سمجھتا ہوں کہ صرف ایک سال کے اندر اندر ہی اللہ تعالیٰ نے یورپین اقوام کو ان اصولوں پر عمل کرنے کے لئے تیار کر دیا ہے جو کہ میں نے بیان کئے تھے۔ جہاں لیگ ناکام ہوئی وہاں یورپ میں امن قائم کرنیکے لئے لوکارنوں کا عہد نامہ کامیاب ہو گیا ہے۔ کیونکہ صرف وہی عہدنامہ کامیاب ہو سکتا ہے جسمیں تمام گروہوں کے حقوق کی نگہداشت اور حفاظت کا مساوی طور پر خیال رکھا گیا ہو۔ اور اگر ایک قوم اس کی خلاف ورزی کرے تو باقی تمام قومیں متفقہ طور پر اسکو قائم رکھنے کے لئے کھڑی ہو جائیں۔

عہدنامہ سے اگر "باہمی تعاون" "تمام قوموں کی مساوی نمائندگی" اور "عہد شکن قوم کے خلاف باقی تمام متفقہ طاقتوں کا حملہ" یہ امور نکال دیئے جائیں تو اس کی حیثیت محض ایک کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ نہ رہ جائیگی۔ وہ عہدنامہ جسکو جرمن چانسلر نے کاغذ کا ایک ٹکڑا قرار دیا تھا۔ اور اس عہدنامہ میں یہ فرق ہے کہ اُس عہدنامہ میں ایک گروہ کے حقوق تو محفوظ تھے اور دوسرے گروہ کے حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی۔ بلجیم کو ہر طرح کی حفاظت حاصل تھی۔ لیکن جرمنی کی حدود کی حفاظت کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ پس اُس وقت کے حالات سے مجبور ہو کر اور یہ خیال کر کے کہ بلجیم جو کہ فرانس کی طرف مائل ہے اُسکی فوجوں کو گذرنے کے لئے رستہ دیدے۔ جرمنی نے اُس عہد شکنی کا ارتکاب کیا جسکا نتیجہ

والا داغ اُن لوگوں پر رہیگا۔ جنکے ہاتھ میں اُسوقت جرمنی کی سیاست کی باگ ڈور تھی۔ چونکہ اس عہد نامہ میں سب کے حقوق برابری کے ساتھ محفوظ کیئے گئے ہیں۔ اسلیئے یہ اعتبار اور بھروسہ کی فضا پیدا کرنے میں کامیاب ہُوا ہے یہ وہی راہِ عمل ہے جو کہ اسلام نے تجویز کی ہے۔

دوسرا امتیازی امر اس عہد نامے کا یہ ہے۔ کہ دستخط کنندگان نے عہد کیا ہے۔ کہ وہ اپنی متفقہ طاقت کے ساتھ مظلوم کی مدد کرینگے۔ اور یہ وہ بات ہے۔ جسکے بغیر تعلقات بین الاقوام تسلی بخش بنیادوں پر قائم نہیں ہو سکتے۔

گو تا حال لوکارنو کا عہد نامہ صرف چند اقوام پر مشتمل ہے۔ تاہم اگر انہی بنیادوں پر اور اسی روح کے ساتھ مختلف ممالک کے مابین عہد نامے قائم ہو جائیں۔ تو آیندہ جنگ و جدل کا خدشہ بہت حد تک کم ہو سکتا ہے۔ یورپ خوش ہے اور بجا طور پر خوش ہے۔ کہ یورپ کی سیاست میں ایک نیا دَور شروع ہُوا۔ اور اس میں شک نہیں کہ واقعہ میں لوکارنو کا عہد نامہ ایک نئے دَور کا پیش خیمہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ دَور کیا ہے وہ فی الحقیقت اسلام کا دَور ہے جس نے تعلقاتِ بین الاقوام کو بہتر بنیادوں پر قائم کرنیکے لئے یہ راہ تجویز کی ہے۔

یہ امید کرنا کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ کہ یورپ کے وہ سنجیدہ مزاج لوگ جنہوں نے عملی طور پر امن کے متعلق اسلام کی تجویز کردہ سکیم کو تسلیم کیا ہے وہ قولی طور پر بھی اسلام کی تعلیم کی خوبیوں کا اقرار کرینگے۔ اور اسلام کے اس احسان کا شکریہ ادا کرینگے۔ کیونکہ ایسا کرنا شرفا کے شعار کا حصّہ ہے۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ یہ نیا دَور جسکی اسلامی تعلیم پر بنیاد رکھی گئی ہے۔ وہ واقعہ میں امن اور صلح کا دَور ثابت ہو۔ کیونکہ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ امن دینا۔

دوسری طاقتوں نے جو روس پر بائیکاٹ کیا تو اس سے اُسکو کیا نقصان پہنچا۔ اگر ایک طرف اسکے تعلقات منقطع ہوئے۔ تو دوسری طرف اس نے پیدا کر لئے۔ بائیکاٹ صرف اسی ملک کو ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کر سکتا ہے جسکی زندگی و حیات کا مدار ہی ممالک غیر ہوں۔ ایک وسیع ملک کو اس قسم کے بائیکاٹ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی اُسکے ہمسائے اُسکے خلاف اس قسم کا مقاطعہ زیادہ دیر تک جاری رکھ سکتے ہیں۔ بعض کمزور قومیں اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنی مالی حالت سدھارنے کے لیے تعلقات پیدا کر لیتی ہیں۔ جب ایک قوم ایک بیگناہ کے خون بہانے پر تلی ہوئی ہو۔ اور اپنی ایک ہمسایہ قوم کو غلام بنانا چاہتی ہو۔ خاص کر۔ کہ جبکہ دوسری اقوام اُسکو اس بُرا فعل کرنے پر اُکسا رہی ہوں۔ تو دنیا میں کوئی چیز ان کے ظلم کو روک نہیں سکتی بجز اس بات کے کہ دوسری قومیں اپنی متفقہ طاقتوں سے ساتھ مظلوم کے ساتھ ہو کر

ظالم کے حملے کا دفاع کریں۔ اِس اہم شرط کی وجہ سے لوکارنو عہدنامہ نے بہ نسبت لیگ کے لائحہ عمل کے دنیا کو زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔ اور ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے۔ کہ جس سے باہمی اعتماد اور اعتبار پیدا ہو گیا ہے۔

مَیں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ طاقت دے کہ وہ ہزاروں انگریز اور دوسرے یورپین لوگ جن کے دلوں کے اندر اسلام کی اعلیٰ تعلیم اور اُسکی سچّائی کا یقین پیدا ہو گیا ہے۔ خدا سے توفیق پائیں کہ وہ آگے بڑھیں۔ اور اُس دَور کی پُشت پناہ ثابت ہوں۔ جو دنیا پر طلوع ہونیوالا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ فوج کا سب سے اگلا دستہ ہی زیادہ صدمے اُٹھاتا ہے۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ وہ دستہ جو آگے کام کرتا ہے۔ وہی ابدی انعام حاصل کرتا ہے۔ اور ایک نہ مٹنے والی شہرت کا حقدار ہو جاتا ہے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جنکی یادگاریں ہمیشہ کے لئے اِس دنیا میں قائم رہ جاتی ہیں۔ اور دوسرے جہان میں انکی روحیں بلند ترین مقاموں پر پہنچتی ہیں۔ مَیں اُن بڑی روحوں کے بلند خیالات و پاک جذبات سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنا ہمدردی کا ہاتھ ہماری طرف بڑھائیں۔ اور اس کام میں ہماری مدد کریں۔ جو کہ بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اسلامی خیالات کی اشاعت کریں۔ اور اب وہ زیادہ دیر پیچھے نہ ہٹے رہیں۔ بلکہ آگے بڑھیں۔ اور وفاداری اور دلیری کے ساتھ اُس ذمہ داری کو ادا کریں۔ جو کہ انکی جانوں کی طرف سے بنی نوع انسان کی طرف سے آئندہ نسلوں کی طرف سے۔ بلکہ انسانیت اور سچائی کی طرف سے انصاف اور اخلاق کی طرف سے اُنپر عائد ہوتی ہے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ کہلائینگے۔ اور اُسکی رضا کو پائینگے ؎

شذرات

حجاز کی دینی حالت اسکے ایک معاصر کے قلم سے

زمیندار کے مدیر جناب مہر صاحب اپنے چشم دید واقعات و حالات کی بنا پر تحریر فرماتے ہیں کہ:- حجاز کے اہالی میں اتنی صلاحیت نہیں کہ بلا مساعدت خارجی اس کے استقلال کو تداخل اغیار سے پاک رکھ سکیں اس کے قبایل پر اس شعور نظم کا پرتو بھی نہیں پڑا۔ جو ایک جمہوری نظام کے مبادی کی استواری کے لئے ناگزیر ہوتا ہے وہ سب ایک دوسرے سے علیحدہ۔ ایک دوسرے سے متشتت۔ ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ نہ انہیں تقدیس حجاز کا پاس ہے۔ نہ قرب حرمین کا احساس۔ نہ خدا کا خوف ہے نہ خلق خدا کے حقوق کا احترام۔ روپیہ ان کا قبلہ ہے اور درہم و دینار ان کا ایمان۔ جس سے سیم و زر ملے اس کی خدمت انجام دینے کیلئے طیار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر چاندی اور سونے کے معاوضہ میں حرمین پر دھاوا بولنے کی ترغیب دیجائے

تو وہ کعبۃ اللہ اور مسجد النبی کی دیواروں کی ایک ایک اینٹ سے اینٹ بجا دیں کہ گویا یہ بھی غنیم کا مکان اور دشمن کا قلعہ ہیں۔ نہ ان لوگوں میں دین باقی ہے۔ نہ ایمان کی حرارت سے دلوں کی بستیوں اور روحوں کی اقلیموں میں آبادی کا کوئی سامان ہے ××××× گذشتہ بارہ سو سال کی مدت میں مکہ اور مدینہ کے راستوں کی زمین جتنے بندگان خدا کے خون سے سیراب ہوئی ان کی تعداد کا حصر و احصا محال ہے۔ میں لکھ رہا ہوں اور حیران ہوں۔ کہ حجاز کی اس حالت کے پیش نظر ان اسلامی سلطنتوں کی نسبت کیا عرض کروں جن کی شوکت و ابہت کے تذکرے تاریخ کے دامن کی تنگی کے شکوہ سنج ہیں میں نے خود بارہا دمشق۔ قرطبہ۔ بغداد۔ دہلی۔ آگرہ۔ اور قسطنطنیہ پر فخر کیا ہے۔ لیکن حجاز کی جو حالت آنکھوں نے دیکھی اور کانوں نے سُنی۔ اسکے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھتا۔ کہ وہ فخر کس حیثیت سے بجا و درست مانا جا سکتا ہے :

ایک مصلح ربّانی کی ضرورت اور اس کے دو کام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں مسیح و مہدی کے نام سے ایک مصلح کی بعثت کی خبر دی اور اسکے دو کام بتائے یعنی دو عقائد فاسدہ ہیں جو مذہبی دنیا میں قابل اصلاح ہیں جن کے لئے تجربہ کے بعد معتمد عمومی مرکزی جمعیۃ تبلیغ لکھتے ہیں :-

"عیسائی مشنوں کا جال تمام عالم اسلام پر پھیلایا گیا ہے اور وہ اپنی تبلیغ کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کرنیکی غرض سے عالم اسلام کے گوشے گوشے کے حالات پر نہایت بیدار اور نہایت گہری نظر رکھتے ہیں مسلمانوں میں بیداری کرنیکی کوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی تحریک کوئی اخبار کوئی رسالہ کوئی کتاب انکی نظر سے نہیں بچتی مذہب کی حیثیت سے مسیحیت کا اقتدار یورپ سے زائل ہو چکا لیکن سیاسی اغراض کے حصول و تکمیل کے لئے یورپ کی لامذہب سلطنتیں اپنا سیاسی کام تبلیغ انجیل کے نام سے ہر جگہ کر رہی ہیں چنانچہ ہندوستان میں عیسائی مشن کروڑوں روپے صرف کرکے کام کر رہے ہیں ان کے سینکڑوں کامیاب مرکز ہیں لاکھوں ہندوستانیوں کو وہ مسیحی بنا چکے ہیں اور انہیں سے لاکھوں وہ ہیں جو مسلمان سے مسیحی ہوئے ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان آریہ سماج کے پیچھے پڑ کر مسیحی مشنوں کو بھول نہ جائیں ذرا اس طرف بھی نظر رہے :

دوم۔ آریہ سماج کا یہ مقصد اور اسکی یہ آرزو ہے کہ ہندوستان میں آریہ دھرم کے سوا اور کوئی دھرم باقی نہ رہے اسکا صرف یہی مدعا نہیں ہے کہ لوگ ہندو دھرم سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں داخل نہ ہوا کریں اس کا یہ بھی مدعا نہیں ہے کہ صرف علمی طریقوں سے وعظ و تبلیغ کر کے اپنے عقاید کی اشاعت کریں

اس طرح سے دوسروں پر اثر ڈال کر انکو اپنا ہم مذہب بنالے بلکہ تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ وہ لالچ بھی دیتے ہیں دباؤ بھی ڈالتے ہیں۔ جبر بھی کرتے ہیں تشدد سے بھی درگذر نہیں کرتے ہندو زمیندار اپنے مسلمان کاشتکاروں کو زمین دینے سے انکار کرکے ترغیب دیتے ہیں کہ مرتد ہوجائیں ہندو قرضخواہ مسلمانوں پر دباؤ ڈالتے ہیں حبس بیجا زدوکوب اور لوٹ مار تک کے واقعات بھی ہوئے۔ مسلمانوں پر کنوؤں کا پانی بھی بند کیا گیا۔ حاکمانہ اختیارات تک کو دھرم کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا گیا جھوٹے مقدمات قائم کرکے دباؤ ڈالا گیا اور انتقام لیا گیا۔ غرض وہ تمام طریقے جو بحالت محکومی استعمال کیئے جا سکتے تھے خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز استعمال کیئے گئے ایک ہندو دیسی ریاست ..... نے شدھی میں بہت بڑی امداد دی بعض دیگر ہندو ریاستوں سے مشتبہ حالات وصول ہو رہے ہیں ان حالات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے سمجھ لینا چاہیئے کہ انکے ہندو ہموطن ہندوستان سے اسلام کی بیخ و بنیاد اُکھاڑ پھینکنے کی ہر جائز و ناجائز کوشش اسوقت بھی کر رہے ہیں اور آئندہ بھی ضرور کریں گے لہٰذا مسلمانوں کو اپنی حفاظت کا پورا سامان کرنا چاہیئے۔

صرف آریہ سماج ہی اسلام کی بیخکنی کی تمنا نہیں رکھتی بلکہ تحریک شُدھی کے دَورِ جدید نے جو ۱۹۲۳ء سے ہُوا ہے اس امر کو واضح کردیا کہ اب تمام مختلف العقائد ہندو فرقے تحریک شُدھی کے بارے میں متفق الرائے اور متحد العمل ہیں"۔

ہندوستان میں مبعوث ہونے والا پیغمبر

پرتاب لاہور نے لیڈی لٹن کی وہ تقریر چھاپی ہے جو تھیوصوفیکل سوسائٹی میں ہوئی۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ موجودہ مشکلات سے نجات دلانیکے لئے اسوقت ایک مصلح اعظم ایک نبی ایک اوتار کی ضرورت کو سختی کے ساتھ محسوس کیا جا رہا ہے۔ اے کاش دنیا کی آنکھیں کھلیں اور وہ معلوم کرے کہ مشرق کا وہ نجات دہندہ مبعوث ہوچکا ہے۔ لیڈی لٹن کے الفاظ یہ ہیں:۔ "جو لوگ دنیا کے اتہاس کا مطالعہ کرنیوالے ہیں۔ اُن کو معلوم ہے کہ پرماتما نے دنیا میں پریم اور ستیہ کے اصولوں کا پرچار کرنیکے لئے بھگوان رام چندر، سری کرشن اور مہاتما بدھ جیسے اوتاروں کو بھیجا۔ ایسے اوتاروں کو پُورن پُرش کہا جاتا ہے۔ اور وہ دنیا میں یکایک جلوہ افروز نہیں ہوجایا کرتے۔ جب پرماتما کو دنیا کی بھلائی کے لئے ایسے پُورن پُرشوں کو سنسار میں بھیجنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت اس سنسار میں انکا پرادربھاؤ ہوتا ہے کئی اوتار ایسے ہوتے ہیں جو راج گرو اور ڈنڈ شکتی سے سنسار کی اُنتی کرنے کے لئے پرگٹ ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اوتار صرف شکشا اور اُپدیش دوارہ ہی جگت کا کلیان کرنیکے لئے اس سنسار میں اوتار دھارن کرتے ہیں ×× دنیا کو ستیا اور پریم کے رستہ پر چلانے کے لئے ایسے مہا پُرشوں کا پرادربھاؤ صرف کبھی کبھی ہی نہیں ہُوا کرتا بلکہ جب بھی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی مہا پُرش کو پرماتما کے پتر تو اور منش کے پتر تو کا پرچار کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے جیسا کہ بھگوان کرشن نے گیتا میں بھی کہا ہے کہ جب جب دھرم کی گلانی ہوتی ہے تب تب دھرم ادھار کرنے سادھو جنوں کی رکھشا کرنے کے لئے اوتار سنسار میں آتے ہیں۔ دنیا کی موجودہ حالت کو زیر نظر رکھتے ہوئے انو بھو کرتی ہوں۔ کہ اب کسی اوتار کے پرادربھاؤ ہونیکا سمے آپہنچا ہے، وہ اوتا اپنیہ بھومی بھارت بھومی کو ہی منتخب کرچکا ہے اور یہیں سے سنسار کی کلیان کا آرمبھ ہونے والا ہے کیا بھارت واسی اس آنیوالے اوتار کا سندیش سُننے کو تیار ہیں"۔

التماس

شیخ سراج الدین صاحب (جو سلسلہ احمدیہ سے اُنس رکھتے ہیں) کی خواہش ہے کہ انکی مفصلہ ذیل تحریر رسالہ ریویو میں چھاپ دیجائے تاکہ انکی قائم کردہ ایسوسی ایشن میں انکی برادری کے احمدی احباب بھی شامل ہوسکیں۔"

خدا کے فضل و کرم سے قصبہ مسانیاں تحصیل بٹالہ میں ینگ قانونگو ایسوسی ایشن ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء سے قائم ہوگئی ہے۔ برادران قومی اس کار خیر میں شمولیت فرمائیں۔

مقاصد اعلیٰ

(۱) اوّل قوم کی تعلیمی معاشرتی اقتصادی حالت کو مدنظر رکھنا اور رسوم قبیحہ کا تدارک کرنا۔

(۲) باہمی اتحاد و تعاون۔ بغض و عناد سے پرہیز۔

(۳) قومی ہمدردی کی روح پیدا کرنا۔

(۴) یتیم بچوں اور لاوارث بیواؤں کی تعلیم و تربیت۔

(۵) ممبران بیرونجات اپنے عطیات سے مشکور فرمائیں تو عنقریب ایک سکول معہ یتیم خانہ کھولا جائیگا۔

(۶) سرمایہ کے کافی ہونے اور ممبران بیرونجات کی خاص توجہ فرمانے پر ماہوار رسالہ شائع کیا جائیگا۔

(۷) عطیات یکمشت اور چندہ ماہواری کو بسر و چشم قبول کیا جائیگا۔

(۸) چندہ ماہواری کم از کم ۸/ ماہوار ہوگا اور اشاعت رسالہ کے لئے ایک روپیہ پیشگی۔

(۹) قصبہ مسانیاں کے کل ممبر نوّے ہیں۔

الملتمس۔ ایس۔ ایم۔ سراج الدین قانونگو سیکرٹری ینگ قانونگو ایسوسی ایشن مسانیاں

نقشہ اُجرت اشتہار

ریویو آف ریلیجنز اردو کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے اور اسکو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے اور پھر اسکے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اشتہار دینے والوں کے لئے بہترین موقعہ ہے۔ ضمیمہ ۲ صفحے ۱۱ اور ۱۳ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اُجرت حسب ذیل ہے۔

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۲ روپے
چھ ماہ	"	۲۲ روپے	"	۱۲ روپے
تین ماہ	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے

فی اشاعت ایک صفحہ ۴ روپے نصف صفحہ ۲½ روپے فی سطر ۴/

مینجر ریویو آف ریلیجنز اردو قادیان

یہ رسالہ انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اُردو رسالہ

ایڈیٹر- قاضی محمد ظہور الدین - اکمل

نمبر (۳) — مارچ سنہ ۱۹۲۶ء مطابق شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۴ھ — جلد (۲۵)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا۔

عرضِ حال

جیسا کہ پہلے اعلان کیا گیا تھا۔ فروری کے رسالے کے ۷۱۲ وی پی کیئے گئے تھے آج ۲۳ر فروری تک ۳۶۴ وصول ہوئے اور ۲۱۶ واپس آئے ۱۳۱ باقی ہیں جو تاحال نہ وصول ہیں نہ انکاری۔ مَیں نے احبابِ کرام کی خدمت میں درخواست کی تھی۔ کہ ریویو کے خریدار اسقدر کم ہیں۔ کہ خرچ باوجود انتہائی کفایت کے آمد سے زائد ہے اسلئے خریداروں کے بڑھانے کی طرف خاص توجہ دیجائے جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے بھی ایک اپیل رسالہ ہذا اور الفضل میں چھپ چکی ہے۔ مگر افسوس تاحال کسی دوست نے توجہ نہ کی۔ کم از کم جو خریدار تھے انکو تو چاہیئے تھا کہ وہ خریداری برقرار رکھتے۔ ہم وی پی انکاری واپس کر دینے کو کسی عذر پر محمول کرتے ہیں۔ اور کسی کے نام رسالہ بند نہیں کرتے، تاوقتیکہ وہ صاحب خود بندش کی تحریر نہ بھیجدیں۔ نصف کے قریب وی پی واپس آجانے سے قریباً ساٹھ روپے تو مفت میں نقصان ہوگیا۔ اور انہی میں سے بعض ایسے اصحاب ہیں جن کے ذمے دو دو تین تین سال کا بقایا چلا آتا ہے۔ ہمارے اعتبار و اعتماد کی یہ حالت ہے۔ کہ باوجود چندہ نہ وصول ہونیکے بھی رسالہ بھیجا جاتا ہے آپ اپنا طرز عمل دیکھ لیجئے کہ کہاں تک درست ہے۔ مَیں دوسرے احباب کی خدمت میں بھی مکرر سہ کرر درخواست کرتا ہوں کہ وہ رسالہ ریویو کی اشاعت کو بڑھائیں کہ تمام جماعت احمدیہ کا واحد ماہواری رسالہ ہے۔

آئینہ احمدیت اور حقیقت مسیحیت	یہ اسم بامسمی ۲۲۴ صفحے $\frac{20 \times 26}{8}$ حجم کی کتاب میرزا محمد صادق صاحب احمدی اکونٹنٹ لاہور نے لکھی اور شائع کی ہے۔ اس کتاب کی وجہ تصنیف اور اشاعت کی غرض اسکے مصنف کے الفاظ میں یہ ہے کہ ایک کتاب ایسی ہو۔

جو حجم میں بھی چھوٹی ہو اور جسمیں سلسلہ احمدیہ کے بنیادی اصول عام دلائل اور متفرق مسائل کو یکجا جمع کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ یہ رسالہ عیسائی اصحاب۔ غیر احمدی احباب اور احمدی مبتدی اور بچوں کیلئے عام واقفیت بہم پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ مَیں نے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک بامعان نظر پڑھا ہے فی الواقعہ مصنّف نے تمام موٹی موٹی باتیں بیان کر دی ہیں اور جو یہ معلوم کرنا چاہے کہ احمدیوں کے کیا عقائد خصوصی و دلائل ہیں۔ اسکے لئے کافی ہے خصوصاً عیسائیوں کے لئے کافی مصالحہ جمع ہے از روئے بائیبل نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ثابت کیا۔ ہے بلکہ عیسائیت کی تردید میں ہر قسم کا مصالحہ دیدیا ہے اور ساتھ ہی عیسائیوں کے تمام دلائل (جو وہ اپنے عقائد کے بارے میں دیتے ہیں) جمع کر دیئے ہیں اور ان کا ردّ بھی متانت و عمدگی کے ساتھ کیا ہے۔

قیمت ایک روپیہ بالکل معمولی ہے کاغذ چھپوائی عمدہ ہے اے کاش اسکی کتابت بھی اچھی ہوتی اور تصحیح کا زیادہ التزام ہوتا۔ کتاب مصنّف کے پتہ سے طلب فرمائیں ⁂

جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء

پر

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی دو تقریریں

مندرجہ ذیل ان دو تقریروں کا ایک نامکمل خاکہ ہے جو حضرت امام نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء پر دو دن فرمائیں اصل تقریریں مصدقہ تو الگ چھپینگی - مگر سردست یہ نوٹ جو اخی چوہدری محمد یار صاحب مولوی فاضل نے اسوقت لئے چھاپ دیئے جاتے ہیں - تاکچھ نہ کچھ افادہ ناظرین ہوسکے - میں چوہدری صاحب کا مشکور ہوں کہ آپنے ناظرین ریویو اردو کے لئے یہ مائدہ روحانی مرتب کردیا - (ایڈیٹر)

کامل انسان وہ ہے جس کا خالق اور مخلوق ہر دو سے علی تعلق ہو - دین دو حصوں پر منقسم ہے (۱) اخلاق (۲) روحانیت - وہ عمل جو انسان کا بنی نوع انسان سے تعلق رکھے وہ خلق ہے اور وہی کام جب خدا تعالیٰ کے متعلق ہو تو وہ روحانیت ہے -

جب ایک انسان اخلاق کو روحانیت کے ساتھ برتتا ہے تو وہ دیندار اور با مذہب کہلاتا ہے اور اگر اخلاق تو بغیر روحانیت کے ہوں تو ایسا انسان با اخلاق اور مہذب ہوتا ہے -

خُلق اس حالت کا نام ہے جبکہ طبعی تقاضے قوت فکر کے ساتھ ملا دیئے جاویں اور ان تقاضوں سے کام لینے والی ہستی مقتدر اور قادر ہو - اور اگر قوت فکر نہ ہو تو وہ طبعی تقاضے کہلاتے ہیں - تو خلاصہ یہ ہوا کہ وہ ہستی جس میں سوچ ہو اور اس میں کام کرنے اور نہ کرنے کی طاقت ہو جس کام کو کرے وہ خلق ہے -

اخلاق حسنہ وہ افعال جو شریعت اور عقل کے ماتحت طاقت اور ارادہ کے ساتھ کیئے جاویں وہ اخلاق حسنہ ہیں - یہ افعال جب بھی ظاہر ہونگے خدا تعالیٰ کی صفات کے مطابق ہونگے - اگر خداوند تعالیٰ صفات کے مطابق نہ ہوں تو وہ اخلاق حسنہ نہیں ہیں -

اخلاق کا منبع چند قوتیں ہیں جو حیوانات نباتات اور جمادات بلکہ جمادات کے ذرات میں بھی پائی

جاتی ہیں۔ (۱) جذب۔ کھینچنا اسکے مقابل میں میل (کھنچنا) ہے۔ (۲) دفع۔ ہٹانا اور اسکے مقابلہ میں اعراض (پیچھے ہٹنا) ہے (۳) افناء۔ فناء کرنا۔ ہر ذرہ جب اپنے وجود میں ہوتا ہے تو دوسرے کو متغیر کر دیتا ہے اس قوت کے مقابل کی قوت فناء (فناء و متغیر ہو جانا) ہے (۴) ابقاء۔ کسی چیز کو باقی رکھنا اسکی مقابل بقاء (باقی رہنا) ہے۔ (۵) اظہار۔ ظاہر کرنا اسکے مقابل میں ظہور (ظاہر ہو جانا) ہے۔ (۶) اخفاء چھپانا اسکے مقابلہ میں خفاء (چھپ جانا) ہے۔ یہ دراصل چھ طاقتیں ہیں جو مقابلہ سے بارہ بنجاتی ہیں۔

جب یہ طاقتیں جمادات میں کام کرتی ہیں تو خاصہ اور جب نباتات میں تو حس اگر جانوروں میں تو طبعی تقاضے اور اگر انسان میں کام کرتی ہیں تو اخلاق کہلاتی ہیں۔ کیونکہ مادیات سے نکل کر ایک نئی پیدائش میں کام کرتی ہیں جیسا کہ لفظ خلق سے ظاہر ہے۔

اخلاق اور مومن | اخلاق مومن میں بہ نیت ثواب پائے جانے چاہیئیں۔ ثواب سے مراد رضاء الٰہی ہے جو کہ ایک انسان کے لئے کمال ہے۔ ہم کمال حاصل کرنے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور بغیر اخلاق کو مدنظر رکھنے کے ہم رضاء الٰہی حاصل نہیں کر سکتے اسلئے کامل بھی نہیں ہو سکتے۔

با اخلاق | اسلام کہتا ہے فمن ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ باقی مذاہب کہتے ہیں کہ بالکل کوئی برائی نہ ہو لیکن اسلام کہتا ہے کہ کثرت سے خوبیاں ہوں تو انسان با اخلاق ہو جاتا ہے۔

اخلاق کی اصلاح | ہو سکتی ہے جیسے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ذکّر فانّ الذکریٰ تنفع المؤمنین یعنی نصیحت کرو کیونکہ نصیحت ایمان والوں کے اخلاق وغیرہ درست کرنے میں نفع دیتی ہے۔ ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "یہ خیال نہ کرو کہ ہم گنہگار ہیں × × کیونکہ خدا نے فطرت میں لکھا ہے کہ انسان نفس پر غالب آجائے۔ (بدر ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

سوال | اگر خدا تعالیٰ نے اخلاق کی اصلاح کی طاقت انسان میں رکھی ہے تو پھر دنیا میں بدی کیوں زیادہ ہے؟

جواب | دراصل دنیا میں نیکی زیادہ ہے مثلاً جہاں ایک چور میں چوری کی صفت مذموم ہوگی وہاں اس میں کئی اچھی صفات بھی ہونگی اسپر باقی قیاس کر لیا جاوے۔

گناہ | وہ عمل ہے جس سے انسان کی روح بیمار ہو جاتی ہے اور رویت الٰہی کے سفر میں روک بنجاتا ہے اعمال سیئہ میں سے بعض مادی ہیں جو بغیر مذہب کے معلوم ہو جاتے ہیں جیسے خودکشی۔ غصہ۔ جھگڑا وغیرہ۔

نیکی | گناہ کے مقابل میں ہے یعنی اتنی تندرستی جس سے رویت الٰہی کے سفر میں دقتیں نہ ہوں۔ ان میں سے بھی بعض اعمال مادی ہیں جو بغیر مذہب معلوم ہو جاتے ہیں۔

گناہ کی اقسام | (۱) دل کا گناہ (۲) زبان کا گناہ (۳) جوارح کا گناہ۔ نیکی کی اقسام بھی یہی ہیں۔